# قرآنی اِملاء

اور

# رسمُ الخط

ابو الحسن اعظمی
خادمُ التجوید والقراءات دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ صوت القرآن دیوبند ۲۴۷۵۵۴ یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

# قرآنی املاء

اور

# رسم الخط

ابو الحسن اعظمی

خادم التجوید والقراءات دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند ۲۴۷۵۵۴ یوپی

## تفصیلات

نام کتاب ـــــــــ قرآنی املاء اور رسم الخط
مصنّف ـــــــــ قاری ابوالحسن اعظمی صاحب
خادم التجوید والقراءات دارالعلوم دیوبند
طباعت پہلی بار ـــــــــ سنہ ۱۴۱۳ھ
مطبع ـــــــــ نازیہ پریس رودگران دہلی
ناشر ـــــــــ مکتبہ صوت القرآن دیوبند ۲۴۷۵۵۴
قیمت ..............

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبۃ
صوت القرآن

# فہرست عنوانات

| مضامین | صفحہ | مضامین | صفحہ |
|---|---|---|---|
| مقدمہ | ۱۰ | | |
| فن کتابت اور تحریر کی مختصر تاریخ | ۱۹ | اصول | ۴۴ |
| قرآن کی کتابت اور تدوین کی تاریخ | ۲۰ | | |
| چار ادوار۔ دورِ نبوی ﷺ سے دورِ عثمانی تک | ۲۰ تا ۲۴ | الف کا حذف و اثبات | ۴۴ |
| سب سے پہلے مُصحَف کا نام | ۲۷ | محذوف الرسم الف والے کلمات | ۴۸ |
| مصَاحِف کے تعدّد کی وجہ | ۲۸ | | |
| ایک غلط فہمی کا اِزالہ | ۲۹ | جمعِ مذکر و مؤنث سالم کے مستثنیات | ۵۰ |
| جمعِ صدیقی و عثمانی کا فرق | ۳۰ | | |
| مصاحفِ عثمانیہ کی مختصر تاریخ | ۳۱ | وہ کلمات جنکے الفات لفظاً و معناً ثابت ہیں | ۵۱ |
| اِعراب و تنقیط، تخمیس و تعشیر | ۳۳ — ۳۶ | | |
| اجزائے قرآن ، فَمِی بِشَوْقٍ | ۳۶ | یاء کے حذف و اثبات کا بیان | ۵۲ |
| رکوع | ۳۷ | | |
| کتابت و طباعتِ قرآنی کے مراحل | ۳۸ | وہ یاءاتِ زوائد جو صرف رسماً ہوتی ہیں قراءۃً نہیں ہوتیں ۔ | ۵۴ |
| ضروری فوائد | ۴۲ | | |
| اختلاف رسمی کی چند حکمتیں | ۴۲ | | |
| ناقلینِ رسم | ۴۲ | وہ یاءاتِ جو اختصاراً محذوف ہیں | |
| قراء کے لیے مستعمل رموز | ۴۳ | یا اور کسی وجہ سے ثابت ہیں | ۵۴ |

واؤ کے حذف و اثبات کا بیان ۔ ۵۵
ہمزہ کے اصول و احکام ۵۸
ہمزۂ متحرکہ ۔ ہمزۂ مبتدئہ ۵۸
ہمزۂ متحرکہ متوسطہ ماقبل متحرک ۵۹
ہمزۂ متحرکہ متوسطہ بعدِ ساکن ۶۰
ہمزۂ مُتطرِّفہ ۶۱
ہمزہ کی صورت موقعِ استفہام میں ۶۲
ہمزۂ وصلی
تاءِ تانیث جو تاءِ دراز کی صورت میں مرسوم ہے ۶۴
مقطوع اور موصول کلمات ۶۵
باب فرش الحروف ۶۷
سورۃ الفاتحۃ والبقرۃ ۶۸
سورۃ آلِ عمران والنساء ۶۹
مائدۃ ، الانعام ۷۰
الاعراف ، الانفال سے یوسف تک ۔ ۷۱
الرعد سے الکہف تک ۷۲
مریمؑ سے آخرِ قرآن تک ۷۳
تبرکات ۷۶ تا ۸۰

# تاریخی لوح میمون

۱۴۱۱ھ

نحمد المعز العظیم ونصلی علی النبی الکریم

۱۹۹۱ء

بسم الله الماجد المغیث الرحمن الرحیم

۱۴۱۱ھ

اعوذ بالله الکبیر العظیم من الشیطن الرجیم

۱۴۱۱ھ

قال الماجد المقتدر انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون

۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء ۳۴-۲

قال الواحد الاول - وانا له لحفظون ۵ قال المعز الرشید - وانا له لحفظون

۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء

رکن عالی - ان الله یحب ان تقرأ القرآن کما انزل

۱۴۱۱ھ

## مقدمہ کتاب قرآنی املا ورسم الخط

۱۹۹۱ء

قرآنی املا ورسم الخط جاوید باد ؛ صناعات قرآنی املا ورسم الخط ؛ نامجوی قرآنی رسم الخط

۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء ۱۴۱۱ھ

مؤلف پاکیزہ فکر قاری ابوالحسن اعظمی

۱۹۹۱ء

## قطعہ تواریخی

۱۴۱۱ھ

قاری ابوالحسن کی کاوش یہ ہو مبارک ؛ قرآں کے رسم خط اور املا کی صراحت
قرآں کے رسم خط کو اسکے خلاف لکھنا ؛ قطعاً حرام ہے کی اسکی حسیں وضاحت
بندوں سے لے رہا ہے قرآں کا کام کیا کیا ؛ خالق نے اپنے ذمہ تو اس کی لی حفاظت
لکھ سال صبح عثماں، اس کا مکان نگیں ؛ دیگر کتب پہ اس کو زیب ارم شرافت

۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء

محمد عثمان معروفی کان الحی الکفیل لہ

۱۴۱۱ھ

# تقریظ

## حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری استاذ حدیث وتفسیر دارالعلوم دیوبند

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جناب مولانا قاری ابوالحسن صاحب زید مجدہم استاذ دارالعلوم دیوبند کو پروردگارِ عالم نے قرآنِ کریم کی خدمت کے لیے کیا کیا توفیق عطا فرمائی ہے، فنِ تجوید کی تعلیم تو ان کا شب و روز کا محبوب مشغلہ ہے، اور اس کے ساتھ قلم کے ذریعہ انہوں نے اس فن کی اتنی خدمت کی ہے کہ اپنے تمام معاصرین میں ان کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

اس وقت احقر کے سامنے موصوف کا وہ رسالہ ہے جسے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں منعقد کی گئی ”کل ہند قراءتِ قرآن کانفرنس“ کے موقعہ پر ایک مقالہ کی صورت میں تحریر کیا گیا تھا، جس کا عنوان ہے ”قرآنی املاء اور رسم الخط“

موضوع چوں کہ قرآنِ کریم سے متعلق تھا، اس لیے موصوفِ محترم نے خوب خوب دادِ تحقیق دی ہے، فنِ کتابت کی تاریخ، خطوط کے اقسام، ان اقسام کے موجدین، کتابتِ قرآن کے ادوار، قرآنِ کریم کے رسم الخط کے توقیفی ہونے پر اجماع اور اسکے فوائد، مصاحفِ عثمانی کی تعداد، اور ان میں سے محفوظ نسخوں کی موجودہ نوعیّت، قرآنِ کریم کے مختلف کلمات کے رسم الخط کی وضاحت، قرآن کریم کی تعریب وتنقیط کی تاریخ، اور دوسرے کتنے ہی عنوانات پر مقالہ میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

قرآنِ کریم سے متعلق اس موضوع پر اردو میں بہت کم تحریریں مرتب ہوئی ہیں اس لیے امید ہے کہ قاری صاحب محترم کی یہ کاوش اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کریگی

ان شاء اللہ!

دعا ہے کہ پروردگارِ عالم مولانا قاری ابوالحسن صاحب زید مجدہم کی گراں قدر خدمات کو دنیا میں قبولِ عام اور آخرت میں حسنِ قبول کی دولت سے نوازے، اور بیش از بیش خدمات کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین۔

ریاست علی بجنوری غفرلہ
خادم تدریس دارالعلوم دیوبند
۱۲ر ذوالقعدہ ۱۴۱۳ھ

* * *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

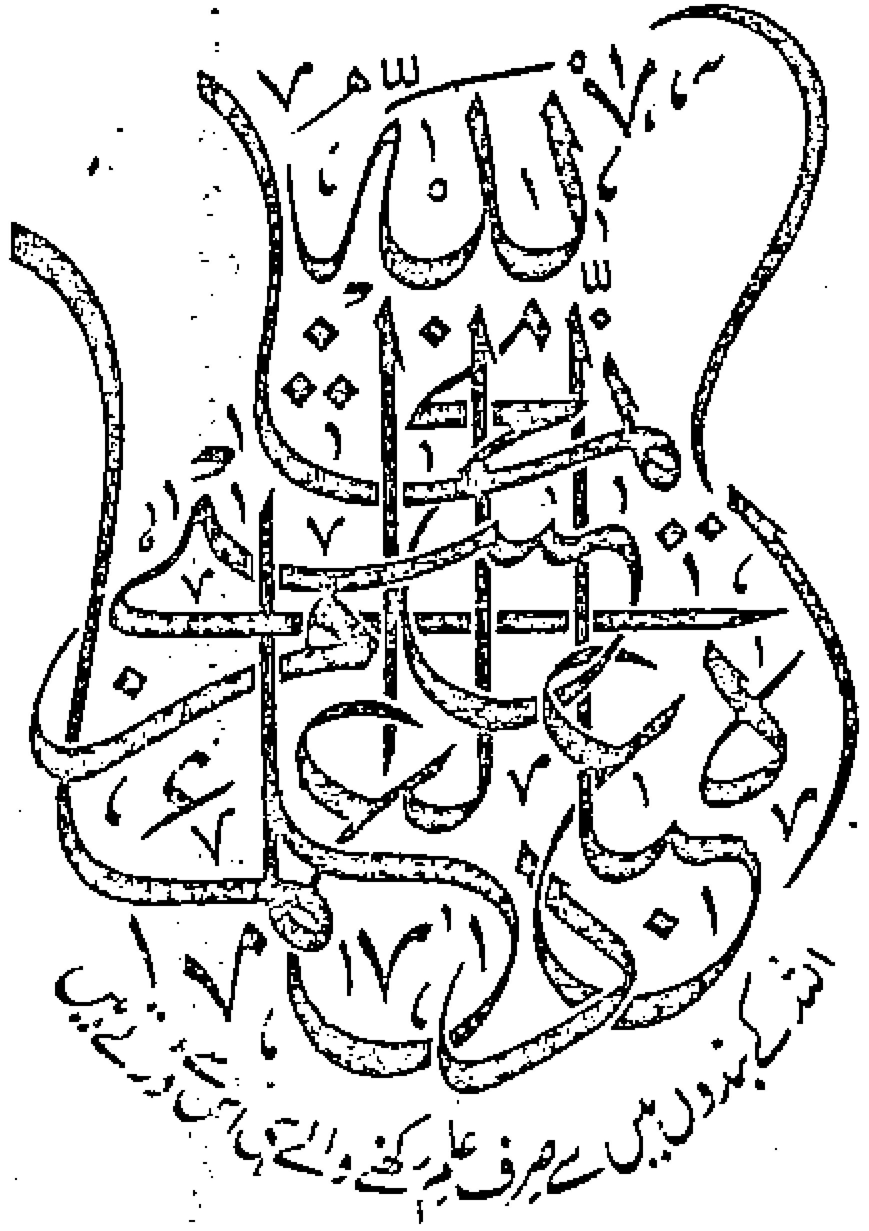
إنما يخشى الله من عباده العلماء

اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

نَحْمَدُ اللّٰہَ الْعَلِیَّ الْعَظِیْمَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

۱۷؍۱۸؍ مارچ ۱۹۹۰ء کو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں نظامتِ سُنّی دینیات کے زیرِ اہتمام دو روزہ کل ہند قراءتِ قرآن کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس میں ہندوستان کے علاوہ افغانستان تھائی لینڈ اور ملیشیا کے قراء اور اسلامی علوم کے ماہرین نے شرکت کی ______ اس کانفرنس کے لیے قراءت کے جن اہم موضوعات پر مقالات لکھوائے گئے، ان میں ایک موضوع "قرآنی املاء اور رسم الخط" بھی تھا۔ یہ موضوع راقم سے متعلق کیا گیا تھا۔

ان تاریخوں میں ملک کے مدارس میں سالانہ امتحانات چل رہے تھے، راقم کے اوقات اکثر سفر ہی میں گزر رہے تھے سفر ہی کی حالت میں جیسا کچھ بن پڑا مقالہ لکھا گیا اور مقررہ تاریخ میں کانفرنس میں شریک ہو کر پیش کیا گیا۔

ان ایام میں سکون اور یکسوئی کے ساتھ دیوبند میں قیام ممکن نہ تھا مقالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے جس یکسوئی اور دلجمعی کا متقاضی تھا صحیح یہ ہے کہ اس کے لیے وقت فارغ نہ کیا جا سکا بایں ہمہ یہ محض تائیدِ الٰہی تھی کہ یہ مقالہ توقع سے زیادہ دلچسپی سے سنا گیا۔

بعدہٗ علی گڑھ کے موقر اور علمی مجلہ ششماہی "علوم القرآن" نے قرآن مجید کتابت و تدوین، ایک مختصر جائزہ" کے عنوان سے شائع کیا (جلد ۵ شمارہ ۱ جنوری و جون ۱۹۹۰ء) اور قرآنی املاء، اور رسم الخط کے عنوان سے دارالعلوم دیوبند کے ترجمان، رسالہ دارالعلوم میں یہ مقالہ شائع ہوا (رمضان و شوال ۱۴۱۲ھ مطابق اپریل مئی ۱۹۹۱ء)

رسمِ خطِ عثمانی اپنی عظمت و اہمیت کے اعتبار سے جس اعتنا اور توجہ کا مستحق ہے افسوس ہے کہ عوام سے تو خیر کیا گلہ، خواص اور اہلِ علم حضرات کی غفلت شعاریوں کے نتیجہ میں یہ علم مظلومیت کا شکار ہے۔

ضرورت تھی کہ اس موضوع پر مفصل کتابیں لکھی جاتیں متقدمین حضرات نے بے شک اس کی طرف توجہ کی اور متعدد قیمتی تصانیف وجود میں آئیں مگر ایک تو وہ عربی زبان میں تھیں دوسرے مرورِ زمانہ اور متاخرین کی غفلتوں کے باعث گوشۂ خمول میں جا پڑیں۔

اردو میں ہمارے ملک ہندوستان میں ——— ایک مختصر رسالہ "معرفۃ الرسوم" کے نام سے (از المقری حضرت مولانا محبُّ الدین صاحبؒ) ملتا ہے۔ کچھ نہ ہوتے ہوئے غنیمت جان کر اسی سے کام چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ایسی کوئی کتاب اردو زبان میں جس سے اُردو داں طلبہ اس موضوع کے مالہٗ و ما علیہ سے بخوبی واقف ہو سکیں ہمارے ملک میں مطبوعہ نہیں ہے۔

پاکستان میں بے شک اس پر کام ہوا ہے اور "الخط العثمانی فی الرسم القرآنی" کے نام سے حضرت مولانا المقری رحیم بخش مرحوم (۱۴۰۲ھ) کا ایک گراں قدر رسالہ ملتا ہے۔

موضوع کی اہمیّت اور اردو داں طلبہ کی درسی ضرورت کے پیشِ نظر راقم نے مذکورہ بالا مقالہ کو بڑھا کر اس میں اصول و فروش کے مسائل شامل کیے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اگر رسالہ "الخط العثمانی فی الرسم القرآنی" سامنے نہ ہوتا تو قدم قدم پر دقتیں پیش آتیں اللہ تعالیٰ مصنف مرحوم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ زیرِ نظر رسالہ کو شائقینِ علمِ رسم کے لیے نافع اور راقم کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ آمین

ابوالحسن اعظمی
شوال سنہ ۱۴۱۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مقدمہ

اَلحَمدُ للہِ وَکَفٰے وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی امّا بعد!

لفظ رَسْمٌ لغۃً پندرہ معانی پر مشتمل ہے۔

(۱) نشان خط و کتابت (۲) نقش یا نقش پا (۳) علامت نقشہ (۴) مکان کا مٹا ہوا نشان (۵) تجویز (۶) حکم (۷) رواج (۸) تصریح (۹) تعریف (۱۰) قاعدہ قانون (۱۱) دبا ہوا کنواں (۱۲) مجاز عرب کہتے ہیں اَنِّی وُدُّکُمْ رَسْمًا وَوُدِّی حَقِیقَۃً یعنی میں تمہاری محبت کو مجازی اور اپنی محبت کو حقیقی سمجھتا ہوں (۱۳) تنخواہ مقرر کرنا (۱۴) علم رسم الارض یعنی جغرافیہ (۱۵) برسم فلاں یعنی فلاں کے پتہ پر۔ (اقرب الموارد ج ۱ ص ۴۰۴ ۴۰۵)

اور فنِ کتابت کی اصطلاحات میں رسم کہتے ہیں کلمہ کو اسکے ان حروفِ ہجا سے لکھنا جو اس پر وقف و ابتداء کے وقت پائے جاتے ہیں۔

اور بعض کا قول ہے کہ رسم ان حرفی شکلوں اور نشانوں کا نام ہے جو سنے جانے والے کلمات کو ظاہر کریں اور دلی ارادوں کی ترجمانی کریں، گویا کتابت کا ثانیاً نفع دل کی ترجمانی ہے۔

لغوی اور اصطلاحی معنٰی میں مناسبت یہ ہے کہ کتابت و تحریر سے بھی کاغذ میں اثرات و نشانات پیدا ہو جاتے ہیں۔ خط کے معنٰی ہیں کلمہ کو انکے حروف ہجا سے لکھنا جو اس پر وقف و ابتدا کیوقت پائے جاتے ہیں اور رسم الخط کے معنٰی ہیں قرآنی کلمات کو حذف و زیادت اور وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جو پیغمبر علیہ السلام سے بالتواتر منقول ہے۔ رسم خط عثمانی کا معنٰی بھی اسی کے قریب قریب ہے یا اسمیں اتنی زیادتی ہے کہ اس شکل پر لکھنا جس پر دورِ عثمانی میں صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا ہے۔

خط اور رسم الخط میں فرق ذیل کی مثالوں سے سمجھیے اَلْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحْمٰنِ، ھٰٓؤُلَآءِ، مِنْ نَّبَاِیْ الْمُرْسَلِیْنَ، یہ چاروں کلمات اس طرح مرسوم ہیں کہ ان میں الف لکھا ہوا نہیں ہے یہ موجودہ خط تو رسم خطِ عثمانی کے موافق ہے اسی طرح ھٰٓؤُلَآءِ میں واؤ اور نَبَاِیْ میں یاء لکھی ہے

یہی کلمات اس طرح لکھے جائیں: ۔ العالمین، الرحمان ھاآلاء، من نبأ المرسلین یعنی دو مقدم الذکر میں عین اور میم کے بعد الف اور موخر الذکر میں واؤ اور یا کے بغیر) تو اگرچہ یہ کتابت تلفظ اور ادائیگی کے مطابق ہے لیکن رسم خطِ عثمانی کے بالکل خلاف ہے معلوم ہوا کہ یہاں خط تو ہے مگر رسم الخط نہیں، یہیں پر یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کا ہندی اور انگریزی میں لکھنا بالکل ناجائز اور حرام ہے کیونکہ ہندی اور انگریزی میں عربی زبان کے بہت سے حروف آتے ہی نہیں لہٰذا وہ ان زبانوں کے خط میں بھی معدوم رہیں گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خط کی اقسام پر بھی مختصر سی روشنی ڈال دی جائے۔ ......

(۱) مَعْقِلی یہ سیدنا حضرت ادریس علیہ السلام کی ایجاد ہے۔

(۲) قیراموزی۔ سب سے پہلے مکہ میں قرآن مجید اسی خط میں لکھا گیا۔

(۳) حیری۔ صحابہ کرام رضؓ نے مکہ کے قیدیوں سے یہ خط سیکھا تھا جنھوں نے حیرہ والوں سے اس کو سیکھا تھا (جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے) جہاد و غزوات میں جو قیدی مدینہ میں آ گئے تھے ان کو اس شرط پر رہا کیا گیا تھا کہ ہر قیدی مہاجرین کو لکھنا سکھا دے یہ قیدی حیرہ کے تھے اسی لئے اس خط کا نام حیری پڑ گیا، اس پر قرآن مجید دوسری بار مدینہ میں لکھا گیا۔

(۴) کوفی۔ اس پر قرآن مجید تیسری بار سنہ ۱۶ھ میں لکھا گیا۔

(۵) نسخ۔ (۶) ثلث (۷) ریحان (۸) توقیع (۹) محقق (۱۰) رقاع یہ چھیوں خط مشہور

خطاط ابن مقلہ (حروف تہجی کے مرتب) ابو علی محمد ابن علی بن مقلہ (م ۳۲۸ھ) خلفاء عباسیہ کے عہد کا ایک فن کار اور وہی خطّاط ہے نے معقلی اور کوفی میں تصرف کر کے سنہ ۳۱۰ھ میں نکالے ہیں۔ ان میں نسخ پر قرآن کریم چوتھی بار ۳۱۰ھ میں لکھا گیا ـــــ ابن مقلہ نے خطاط الریحانی کے ایجاد کردہ خط ریحان میں اصلاح و تزئین کی اور خطاطی کے قواعد مرتب کیئے۔

اس طرح قرآن کریم کے یہ چار ادوار ہیں، قیراموزی، حیری، کوفی، نسخ اور اب نسخ ہی میں لکھنے پر بعض نے امت کا اجماع بنایا ہے۔

(۱) تعلیق :۔ اسے خوشنویسوں نے توقیع اور رقاع میں تصرف کر کے نکالا ہے۔ (۲) نستعلیق :۔ یہ ماوراالنہر کے شہروں میں خواجہ میر علی تبریزی کی ایجاد سے ظاہر ہوا ہے جس کو انھوں نے تعلیق اور نسخ سے بنایا ہے اس طرح نستعلیق مرکب امتزاجی ہے جو دراصل نسخ و تعلیق تھا کثرتِ استعمال کی بنا پر خا اور واؤ کو خدف کر کے نستعلیق بنا لیا۔ ان میں سے ۵ تا ۱۱ کی تفصیل ابن مقلہ کے قطعۂ ذیل میں ہے۔

ابن مقلہ وضع کرد ایں شش خط از خطِ عرب ثلث و ریحان و محقق نسخ، و توقیع و رقاع
بعد ازاں از خطِ توقیع و رقاع اہل عجم ہفتمی خط دگر تعلیق کردند اختراع

ابو عبید بکری اندلسی کہتا ہے "اگر کوئی شخص ابن مقلہ کا خط دیکھے تو اس کے تمام اعضا آنکھیں بن جانے کی خواہش کریں تاکہ اس کا خط دیکھ سکیں"

ان ساتوں کے مجموعے کو ہفت قلم اور ہفت خط بھی کہتے ہیں قرآن مجید کی کتابت سے متعلق مذکورہ بالا چاروں ادوار کے خط میں تو تبدیلی ہوئی لیکن رسم الخط میں کوئی فرق نہیں آیا، مقدم الذکر بارہ ۱۲ خطوں میں سے ۱ تا ۱۰ عربی خط ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم کی کتابت اور اس کی آرائش و زیبائش کے سلسلے میں خطاطوں نے بھی نہایت اہم کردار ادا کیا ہے، خلیفہ ولید (از سنہ ۸۶ھ تا سنہ ۹۶ھ) نے قرآن کریم ـــــ کی کتابت کے لئے خالد بن ابی الہیاج کو مقرر کیا جو اس دور کا مشہور کاتب تھا اسی نے مسجد نبویؐ کے محراب پر اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ (الفہرست ابن الندیم ص ۹)

اب تک کی گفتگو مختصراً خط اور رسم الخط سے متعلق تھی اب قرآن مجید کی کتابت اور املاء کے بارےمیں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

پیغمبر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا پھر اس سے کہا لکھ، قلم نے کہا کیا لکھوں۔ فرمایا تقدیر لکھ، پس قلم نے ازل سے ابد تک تمام چیزوں کو لکھ ڈالا (ترمذی) یہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ان اشیاء میں قرآن بھی داخل ہے معلوم ہوا کہ قرآن کی موجودہ رسم لوحِ محفوظ کی رسم کے بالکل موافق ہے ــــ ابن فارس کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی رسم توقیفی ہے یعنی من جانب اللہ ہے اس کی دلیل ارشاد باری ہے عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ، دوسری جگہ ارشاد ہے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (القلم) نیز یہ حروف ان اسماء کے اندر بہرحال داخل ہیں جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دی تھی (الاتقان فی علوم القرآن للسیوطیؒ ج ۲ ص ۱۶۶) مزید یہ کہ یہ رسم اجماعی ہے اور پیغمبر علیہ السلام کی بتائی ہوئی ہے کیونکہ لفظ رَحْمَتْ، نِعْمَتْ، وغیرہ اسی طرح یُؤْتِ اللّٰہُ، یَدْعُ الْاِنْسَانُ، وغیرہ پر وقف اضطراری یا امتحانی رسم کے مطابق کرسکتے ہیں اگر رسم کو توقیفی نہ مانیں تو اس سے یہ خرابی لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے اول الذکر کلماتِ مذکورہ کو ھا، یا، اور واو ہی کے ساتھ نازل فرمایا تھا لیکن صحا رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے بغیر لکھ دیا اور خود بھی تلاوت میں اسی طرح غلط وقف کرتے رہے اور تمام قراء و علماءِ امت اور حفاظ بھی ۱۴ سو سال کے طویل عرصہ سے اسی طرح غلط وقف کرتے چلے آرہے ہیں، جب کہ ارشاد ربانی ہے، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اس میں حفاظت سے مراد الفاظ و معانی اور رسم تینوں ہیں۔ پس صحابہ کرام رضؓ اور سبھی حضرات کا اس طرح غلط لکھتے رہنے کی صورت میں نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا مذکورہ وعدہ صادق نہ رہے گا۔

نیز کاتبین وحی حضرات صحابہؓ جو پانچ اقسام پر منقسم تھے ان کی تعداد چھپن ۵۶ تھی۔ یہ جو کچھ بھی لکھتے تھے پیغمبر علیہ السلام کے روبرو لکھتے تھے، آپ نے کوئی نکیر نہ فرمائی لہذا آپ کی تقریر ہی حجّتِ شرعی ہے۔

پیغمبر علیہ السلام حسبِ ضرورت کاتبینِ وحی کو خاص خاص ہدایات فرماتے تھے۔ مثلاً کاتبِ وحی حضرت معاویہ رضؓ سے ارشاد فرمایا کہ دوات کا منہ کھلا رکھو، تاکہ دقت نہ ہو قلم پر ترچھا قط لگاؤ اور بسم اللہ کی با کو خوب بڑی لکھو، اور سین کے دندانوں کو بھی واضح کرو، میم کی آنکھ خراب نہ کرو اور اللہ کو خوبصورت لکھو، اور رحمٰن کے نون کو دراز کرو اور الرحیم کو عمدگی سے لکھو۔ (ملا علی قاری شرح رائیہ شعر ۴۶ کے ضمن میں)

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید پیغمبر علیہ السلام کے زمانے ہی میں لکھا گیا اور کاتبینِ وحی جن کی تعداد بھی مذکور ہوئی ان میں سے چند کے اسمار یہ ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت زید بن ثابت رضؓ، حضرت ابیّ بن کعب رضؓ حضرت ابان بن سعید رضؓ حضرت خالد سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حضرت معاویہ رضؓ بن ابی سفیان رضؓ، حضرت علار بن حضرمی رضؓ، حضرت حنظلہ بن الربیع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (وغیرہم)

پیغمبر علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ آپ نے کسی سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا تھا لیکن پھر بھی جس طرح صحابہ کرام رضؓ کو قرآن پڑھنا سکھایا اسی طرح اس کے لکھنے کے طریقے بھی بتائے۔

اس سلسلے میں آپؐ کی ہدایات ابھی گذریں۔

قرآن کریم کے املار اور کتابت کے بارے میں احکام یہ ہیں کہ علمار اور قرار پر واجب ہے کہ قرآن کے رسم الخط کا علم حاصل کریں، اس کی اتباع کریں

اس کی مخالفت نہ کریں، کیونکہ یہ کاتبِ وحی سیدنا زید بن ثابت رضؓ کی رسم ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امین تھے، عُرضۂ اخیرہ کے مشاہد تھے، آپ نے جو کچھ لکھا از خود نہیں بلکہ پیغمبر علیہ السلام کے علم اور آپ کے ارشاد کے مطابق لکھا ہے اس لئے کسی کے لئے بھی اس رسم و املاء سے اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں۔

فقہ کے جلیل القدر امام حضرت امام مالک رحؒ اور امام احمد بن حنبل رحؒ فرماتے ہیں کہ رسمِ قرآنی کی مخالفت ناجائز بلکہ حرام ہے اور باجماعِ صحابہ رضؓ جس طرح لکھا گیا ہے اس میں تبدیلی کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ علم میں ہم سے بڑھ کر قلب و زبان کے لحاظ سے صادق تر اور امانت و دیانت میں ہم سے برتر تھے چھٹی صدی کے جلیل القدر امام فی القرأت علامہ شاطبی اندلسی رحؒ (م سنہ ۵۹۰ھ) شہرۂ آفاق قصیدہ رائیہ میں فرماتے ہیں ”وقال مالک ان القرآن یکتب بالکتاب الاول لا مستحدثاً سطرا،“

یعنی اشہب نے کہا کہ امام مالک رحؒ سے دریافت کیا گیا تھا کہ آیا مصحف کو لوگوں کے بنائے ہوئے حروفِ ہجا کے موافق واؤ اور الف زائدہ کے بغیر لکھا جائے جو تلفظ میں نہیں آتے جیسے اُولُوا وغیرہ — تو امام مالک رحؒ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ اس کو اسی پہلی کتابت کے انداز پر لکھنا چاہیے۔ علامہ دانی (م ۴۴۴ھ) نے المقنع میں اس کو روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علماءِ امت میں اس قول کا کوئی بھی مخالف نہیں پایا گیا۔

بیہقی رحؒ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے کہ جو شخص مصحف کو لکھے اسے چاہیے کہ وہ انھیں حروفِ تہجّی کی حفاظت کرے جن کے ساتھ صحابۂ کرام رضؓ نے ان مصاحف کو لکھا ہے اور ان میں ان سے اختلاف نہ کرے اور ان کی لکھی چیز میں سے کسی شئی میں تغیر نہ کرے — بعض حلقوں کی طرف سے یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ قرآن کریم کو صرف رسمِ خطِ عثمانی رضؓ میں محصور رکھنے اور کسی دوسری زبان

میں کتابت کی اجازت نہ دینے میں مشکلات پیدا کرنا ہے تو واضح ہو کہ ابتدائً جب اسلام عجم میں پھیلا تو اسوقت قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے والے معدودے چند ہی حضرات تھے نو مسلم عجمی لوگ نہ تو عربی رسمِ خط خود پڑھ سکتے تھے نہ ہی ابتداءً ان ممالک میں ایسا عربی سمجھنے والا کوئی میسّر تھا جو باسانی ان کی زبان میں ترجمانی کر سکتا، ظاہر ہیکہ اسوقت اس کی کس قدر ضرورت تھی کہ ہر ملک کی رسمِ خط میں قرآنِ کریم لکھوا کر ان کے پاس بھیجدیا جاتا لیکن اس زمانے میں ایسا ایک واقعہ بھی ثابت نہیں۔ اور حضرت حذیفہ رضؓ کے متوجہ کرنے پر باجماعِ صحابہ رضؓ قرآنِ کریم کے متعدد نسخے لغتِ قریش ہی میں لکھوا کر مختلف بلاد و امصار میں معلمین کے ساتھ روانہ کئے گئے (تفصیل آگے آ رہی ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مشکلات محض خیالی ہیں، انھیں مشکل تسلیم کرنا ہی غلطی ہے۔ اور پھر مشکلات کس امر میں نہیں ہیں اور اس سلسلے میں بہت سی دینی مصالح بھی بیان کیجاتی ہیں پس واضح ہو کہ وہ مصالح رسمِ خط میں تبدیلی کے بغیر بھی حاصل ہو سکتی ہیں، اور چودہ سو سال سے برابر اسی طرح حاصل ہوتی چلی آئی ہیں کہ ہر قوم و ملک کے لوگوں کو قرآن پڑھایا گیا اور انھوں نے اسی رسمِ خطِ عثمانی میں پڑھا اور اتنا پڑھا کہ اب سارے مسلمان مل کر بھی نہ پڑھ سکیں۔ اور بالفرض اگر وہ مصالح تسلیم بھی کر لئے جائیں تو ان مصالحِ مزعومہ کی وجہ سے اجماعِ امت کا فیصلہ نہیں بدلا جا سکتا اور حفاظتِ قرآن کی مصلحت پر کسی مصلحت کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ (صیانۃ القرآن عن التغییر الرسم واللسان ص ۱۶)۔

فرانس کے دار الحکومت پیرس میں ۲۰ر تا ۲۲ر شوال سنہ ۱۴۰۸ھ (۶ر تا ۸ر جون سنہ ۱۹۸۸ء) ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کانفرنس کا مقصد تحریفِ قرآن کی کوششوں بالخصوص غیر عربی حروف میں کتابتِ قرآن پر پابندی لگانا تھا، کانفرنس

میں فرانس کے علاوہ مکۃ المکرمہ، مدینہ منورہ، دمشق، اور انقرہ کے نامور علماء اور ممتاز دانشوروں نے شرکت کی۔

کانفرنس کے تمام شرکاء نے متفقہ طور پر قرارداد پاس کی کہ حفظ و قرأت کی سہولت کے بہانے غیر عربی حروف میں قرآن کی اشاعت کسی طور بھی درست نہیں قرار دی جا سکتی یہ دراصل تحریف کی ایک کوشش ہے، ایسا کرنا مطلق حرام ہے، قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس کی کتابت و تلاوت صرف عربی زبان ہی میں ہونی چاہیئے، (اخبار العالم الاسلامی مکۃ المکرمہ (بحوالہ مجلہ ششماہی علوم القرآن علی گڑھ، جون سنہ ۱۹۸۸ء صفحہ ۱۵۳)

حنابلہ کے مشہور فقیہ امام ابن قدامہ (م سنہ ۶۲۰ھ) کی کتاب مغنی کے حاشیہ (الشرح الکبیر) میں اسے مزید وضاحت سے بیان کیا گیا ہے (مغنی مع الشرح الکبیر ج۱ صفحہ ۸۳۰)

اس سلسلے میں ایک استفتاء اور اس کا مفصل جواب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح نے اپنے قیام دارالعلوم دیوبند کے زمانہ محرم سنہ ۱۳۶۲ھ میں ارقام فرمایا ہے۔ یہ فتویٰ اس وقت کی مجلس علمی کے اجماع و اتفاق سے لکھا گیا جس میں درج ذیل حضرات تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رح صدر مدرس (۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رح محدث، (۳) حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح، (۴) حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رح مہتمم دارالعلوم دیوبند، (۵) حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رح۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رح نے بھی اس مضمون کو فتاویٰ تحریم الکتابۃ میں خوب واضح فرمایا ہے۔

علامہ حسن شرنبلالی رح مصری صاحب نور الایضاح (سنہ ۱۰۶۹ھ) نے اس موضوع پر بنام النفحۃ القدسیہ فی احکام قرأت القرآن وکتابۃ بالفارسیہ

میں مذاہبِ اربعہ کی مستند کتب سے اجماعِ امت اور ائمۂ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحفِ امام کی رسمِ خط کا اتباع واجب ولازم ہے، غیر عربی عبارت میں اس کا لکھنا حرام ہے (حوالہ کے لئے دیکھئے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا رسالہ "تحذیر الانام عن تفسیر رسم الخط من مصحف الامام" ص ۸۲-۸۳-۸۴ نیز زجر الامم ص ۲۲۲ (از مولانا ضیاء الدین امانی رح م ۱۳۸۶ھ)

حافظ ابن کثیر رح نے رسالہ فضائل القرآن میں رسم خط کے موضوع پر تفصیل سے بیان کیا ہے (ص ۵۱ مطبوعہ مصر)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رح (م ۱۱۷۶ھ) نے بھی ازالۃ الخفاء میں اس کو بیان فرمایا ہے (ج ۱ ص ۲۵)

نیز التجنیس والمزید جو صاحب ہدایہ (م ۱۱۷۶ھ) کی تصانیف میں سے ہے، اس میں لکھا ہے کہ زبان فارسی میں عمداً قرآن کی کتابت کرنے والا زندیق ہے۔ (زجر الامم ص ۲۲۲)

علامہ جعبری رح (برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل جعبری (م ۷۳۲ھ) رقم طراز ہیں، رسم المصحف توقیفاً ھو مذھب الائمۃ الاربعۃ (شرح العقیلہ للجعبری)

العلامہ المقری عبد الرحمٰن المحدث پانی پتی رح لکھتے ہیں۔

"رسم الخط واجب است و خلاف رسم الخط نوشتنِ قرآن گناہ است، لہذا بر کاتبان قرآن واجب است۔ تعلیم رسم بدون علمِ رسم در تحریر قرآن غلطی خواہد شد پس ثواب کجا مستحق عذاب خواہند شد"

یعنی رسم الخط واجب ہے اس کے خلاف کتابت گناہ ہے اور بغیر علم کے تعلیم میں غلطی ہو سکتی ہے لہذا بجائے ثواب کے مستحقِ عذاب

ہو سکتے ہیں (تحفۂ نذریہ)

**فنِ کتابت و تحریر کی مختصر تاریخ** یہ مشہور ہے کہ عربوں میں شعر و شاعری اور علمِ انساب کا چرچا دورِ قدیم سے چلا آرہا تھا لیکن یہ سب محض زبانی تھا، ان کا حافظہ نہایت قوی تھا اسی پر ان کا مدار تھا تحریر کا رواج بالکل نہ تھا اور نہ ہی کوئی حروف شناس تھا،

سب سے پہلے قبیلہ بنی طلحہ کے تین افراد مرامر بن مرہ، اسلم بن سدرہ، عامر بن جدرہ نے کتابتِ نسخ کی بنیاد ڈالی انھوں نے قدرتی ذکاوت کی بنا پر یکجا ہوکر حرفوں کی شکل اور وضع قرار دی اور حروف تہجّی کو سُریانی زبان کی ترتیب پر مرتب کیا۔

جب یہ لوگ اپنے کام سے فارغ ہوچکے اور حروف کے نقوش اور ان کی صورتوں کی باہمی ترتیب پر قابو پالیا گیا تو باشندگانِ حیرہ نے اس فن کو ان سے سیکھا۔

حیرہ والوں کا ایک شاگرد بشیر ابن ولید (جو دومۃ الجندل کا رئیس تھا)۔ زیارتِ کعبہ یا اور کسی غرض سے مکہ آیا تو وہاں ابوسفیان کی بہن صہبا بنت حرب سے نکاح کیا، پھر ابوسفیان بن حرب (حضرت امیر معاویہ رض کے والد) سے ملا، انھوں نے بشیر سے فن کتابت سیکھنے کی درخواست کی چنانچہ ابوسفیان اور ابوقیس بن عبدمناف دو شخص مکہ میں بشیر کے شاگرد بنے، پھر انھوں نے اہلِ طائف کو تحریر سکھائی، قریش کے دیگر قبائل بھی رفتہ رفتہ اس فن کو سیکھنے گئے اس طرح فن کتابت کا عرب اور حجاز کے اکثر قبائل میں رواج ہوگیا۔

چنانچہ مدینہ منورہ میں اسلام سے پہلے تحریر کا رواج تھا اور انصار اپنے قصائد اور اشعار بذریعۂ کتابت قلم بند کرنے لگے تھے۔

خط عربی (حمیری) نے تبابعہ کے دور میں ترقی پائی، پھر ان کے ختم ہونے کے بعد آلِ مُنذِر یعنی سلاطین حیرہ کے یہاں فنِ کتابت کا رواج ہوا کیونکہ یہ تبابعہ کے قرابت دار تھے، پھر حیرہ کی شاگردی قریش اور اہل طائف نے کی۔

جب عرب کی سلطنت پھیلنے لگی اور بصرہ و کوفہ کو دار الخلافہ ہونے کا شرف ملا تو سلطنت کو فنِ کتابت کی ضرورت محسوس ہوئی اور حکومت کی توجہ سے ان میں یک گونہ آب و تاب آگئی اور اس میں بہت حد تک اصلاحات ہوئیں۔ خط کوفی تو آج تک مشہور چلا آرہا ہے۔

عرب کی حدودِ سلطنت جب بڑھیں اور افریقہ اور اندلس میں اسلام کا جھنڈا لہرایا، بنو عباس نے بغداد کی داغ بیل ڈالی، بغداد چونکہ دار الاسلام اور سلطنت عربیہ کا مرکز تھا اس لیۓ فنِ کتابت نے یہاں بہت ترقی کی اسی لئے بغدادی رسمِ خط مشہور و معروف تھا، اور افریقہ میں اسی کو اختیار کیا گیا تھا، البتہ اندلس میں بنو امیہ نے اپنے خط کو دیگر صنعتوں کی طرح سب سے جدا اور ممتاز کیا۔

پھر جب سلطنتِ اسلامیہ تنزل کا شکار ہوئی تو خط و کتابت بلکہ علم نے بھی اس سے منہ موڑا اور یہ سب مصر و قاہرہ میں جا کر چمکے۔

## قرآن کی کتابت اور تدوین کی تاریخ

قرآن کریم کی کتابت اور تدوین کے تین ادوار ہیں۔

### پہلا دور، دورِ نبوی

وحی کے نزول کے وقت جب کوئی آیت یا آیات اور سورت نازل ہوتی تھی تو پیغمبر علیہ السلام اسے حضرت زید بن ثابت رض وغیرہ کو بلا کر لکھوا دیتے تھے یہ حضرات کاتبین اسے کاغذ کے ٹکڑے پر یا کسی ہڈی پر اور کبھی کھجور کی ٹہنی پر اور کبھی پتھروں کی تختی پر لکھ لیا کرتے تھے، اس طرح پورے کا پورا قرآن مجید

پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ ہی میں محفوظ ہو گیا تھا لیکن اسوقت اکثر مدار حفظ پر تھا صحابہ کرام رض عموماً بغیر دیکھے صرف سن کر خداداد حافظہ کی بدولت اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے۔

## دوسرا دور..... دورِ صدیقی

پیغمبر علیہ السلام کی رحلت کے بعد سلسلۂ وحی کے انقطاع سے درمیانی اضافہ جات کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔ قرآن جواب تک باقاعدہ کتابی شکل میں مجتمع اور یکجا نہ تھا، دورِ صدیقی میں یکجا کر دیا گیا، اس کا پس منظر یہ تھا کہ دورِ صدیقی میں بمقام یمامہ مدعی نبوت مسیلمہ کذاب سے حضرت خالد بن ولید رض کی سرکردگی میں ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں شہدائے اسلام کی تعداد بارہ سو ۱۲۰۰ تھی اور بہت سے زخمی تھے، بخاری شریف کے حاشیہ ص۷۴۵، میں مذکور ہے۔

کان عدة من القرا سبع مائة ! یعنی اس جنگ میں شہید ہونے والے قرار وحفاظ کی تعداد سات سو تھی، ان قرار میں حضرت سالم رض بھی تھے ان کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ ان چار جلیل القدر قرار میں دوسرے تھے جن سے پیغمبر علیہ السلام قرآن مجید پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۴۸، نیز یہ کہ حضرت سالم رض کے ساتھ جو فوجی دستہ تھا وہ اہل قرآن کا (یعنی قرار وحفاظ کا) دستہ سمجھا جاتا تھا یہ سب حضرات ایسے تھے جن کے پاس قرآن کریم تحریراً بھی موجود تھا۔

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رض کو اس صورت حال سے شدید اندیشہ اور فکر لاحق ہوا واقعہ کی اہمیت کا تقاضہ بھی یہی تھا، مبادا آئندہ جنگوں میں قرآن کے باقی حفاظ بھی شہید ہو جائیں اور اس عظیم دولت سے امت محروم ہو جائے' چنانچہ آپ نے صدیق اکبر رض کو اس جانب توجہ دلائی اور قرآن کے تمام حصوں کو

یکجا کیا اور سرٹیفائڈ کرانے کی سعی بلیغ کی۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۴۵)

حضرت عمر رضہ کے مسلسل اصرار کے نتیجے میں صدیقِ اکبر رضہ تیار ہو گیے اور حضرت زید بن ثابت رضہ کو تتبع اور جمعِ قرآن کا حکم فرمایا۔ حضرت زید رضہ کو لکھنے اور حضرت اُبی بن کعب کو لکھانے کا حکم فرمایا۔

کمالِ احتیاط کے پیشِ نظر ان دونوں حضرات نے طریقہٴ کار اختیار کیا کہ جن حضراتِ صحابہ رضہ کے پاس سے قرآن کو اکٹھا کرتے ان سے دو دو گواہ بھی اس بات کے لیے لیتے کہ انھوں نے یہ آیات اور یہ حصہٴ قرآنی پیغمبر علیہ السلام کے بتلائے ہوئے رسم الخط پر تحریر کیا تھا، اس طرح نہایت احتیاط کے ساتھ جمعِ قرآن کا کام سر انجام پایا۔

یہ قرآن حضرت ابو بکر صدیق رضہ کے پاس آپ کی وفات تک رہا۔ آپ کی وفات کے بعد امیر المومنین حضرت عمر رضہ کے پاس تاحیات رہا آپ کی وفات کے بعد امّ المومنین حضرت حفصہ رضہ کے پاس رہا (بخاری کذا فی المشکوٰۃ۔ باب فضائل القرآن ص ۱۹۳ النشرح ج ۱ ص ۷)

جس حُسنِ انتظام و اہتمام کے ساتھ جمع و کتابتِ قرآن کی یہ عظیم الشان خدمت خلیفہٴ اول نے انجام دی اسے دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے اندر کسی قسم کی ادنیٰ فروگذاشت ہوئی ہو گی مسلمانوں کا تو خیر عقیدہ و ایمان ہی ہے۔ ایک غیر مسلم مشہور زمانہ متعصب عیسائی ولیم میور کو برملا اعتراف و اقرار کرنا پڑا۔ وہ لکھتا ہے:

"قرآن کا کوئی جزء، کوئی فقرہ، اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جسے جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو" بلا شبہ ہمیں صحابہ رضہ کے بلند پایہ مقام عزم اور عالی ہمتی کی داد دینی پڑتی ہے اس مقام پر سیدنا حضرت علی رضہ

کا مقولہ بے ساختہ دہرانے کو جی چاہتا ہے۔

حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ ابوبکر رضؓ پر رحم فرمائے وہ اولین شخص تھے جنہوں نے قرآن کو کتابی صورت میں جمع کیا، (البرہان ج ۱ ص ۲۳۹) اور نہ ہی کوئی لفظ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلّم مجموعہ سے باہم اختلاف رکھتا ہو الخ

بہرحال اس سے فراغت کے بعد اس کے تصدیق شدہ نسخوں کی بکثرت نقلیں شائع کی گئیں اور کوئی مقام اور کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس مصاحف کے نسخے نہ ہوں۔

## :تیسرا دور، دورِ فاروقیؓ:

خلیفۃ المسلمین ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ قرآن کریم کی نشر و اشاعت کی جانب بطور خاص متوجہ ہوئے آپ نے ایک مرتبہ اپنے فوجی افسروں کو خط میں لکھا کہ میرے پاس حفاظ کو بھیجو، اس پر حضرت سعد بن وقاصؓ نے جواباً لکھا کہ میری فوج میں تین سو حفاظ ہیں۔

ابن حزم کہتے ہیں: کہ آپکے عہد میں امت کے پاس ایک لاکھ سے زائد قرآن پاک کے لکھے ہوئے نسخے موجود تھے۔ اسی کے ساتھ باجماعت نماز تراویح کی بنیاد آپنے ڈالی اور پوری مملکت میں اسے نافذ فرمایا، حفظِ قرآن کی تحریک کو آپکے اس حکم سے زبردست تقویت حاصل ہوئی امت پر حضرت عمر رضؓ کا یہ بڑا احسان ہے کہ آج تک اس کے پاس قرآن مجید بالکل اسی شکل میں جیسا کہ وہ نزول کے وقت تھا سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کی برکت سے محفوظ پہنچ گیا۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں۔

امروز ہر کہ قرآن میخواند از طوائف مسلمین، منتِ فاروقِ اعظم در گردن اوست

یعنی مسلمانوں میں سے جو بھی قرآن کی تلاوت کرتا ہے اسکی گردن احسانِ فاروق سے دبی ہوئی ہے

**چوتھا دور، دورِ عثمانیؓ** جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ دراز ہوا اور عرب سے باہر مختلف امصار و بلاد کے لوگ حلقۂ اسلامی میں داخل ہونے لگے اور عربی زبان مادری زبان نہ ہونے کے باعث اس کے حروف و الفاظ کے صحیح تلفظ اور ادائیگی عموماً اُن میں نہیں پائی جاتی تھی اسی کے ساتھ خود عرب کے مختلف قبائل میں لب و لہجہ کا اختلاف کثرت سے پایا جاتا تھا اور درحقیقت یہ اختلاف خاص عرب اور عربی زبان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

ابن قتیبہ ان اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں فالھذلی یقرأ عتّی عین والاسدی یقرأُ تعلمون بکسر التاء والتیمی یھمز والقریش لا یھمز (تبیان فی مباحث القرآن ص۲۲ طاہر الجزائری) یعنی قبیلہ ہذیل (حتّی حِین) کو عتّی عِین پڑھتے ہیں اور اسدی حضرات تِعلمون بکسر التا پڑھتے ہیں۔ اسی طرح تیمی ہمزہ کو بالتحقیق پڑھتے ہیں اور قریش ہمزہ نہیں پڑھتے ہیں۔

اسی طرح قبیلہ قیس کے لوگ کاف تانیث کا تلفظ شین سے اس طرح کرتے ہیں قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا، کو رَبُّشِ تَحْتَشِ سَرِیًّا، ۔ تیمی اَنْ کو عَنْ ادا کرتے ہیں اور یہی تیمی سین کی جگہ تا کا تلفظ کرتے تھے مثلاً بِرَبِّ النّاتِ مَلِکِ النّاتِ پڑھتے تھے۔

خیال فرمائیے جب قبائل عرب میں اختلافِ لب و لہجہ کا یہ حال تھا تو اہل عجم کا کیا کچھ حال نہ رہا ہوگا، اور دور جانے کی ضرورت نہیں خود اپنے ملک کے مختلف علاقوں میں گھوم جائیے یہ اختلافِ زبان و لب و لہجہ آپ کو مل جائے گا، چنانچہ پنجاب والے قؔ کو کؔ اور حیدر آباد والے قؔ کو خؔ بولتے ہیں یعنی پنجابی لفظِ التقریب کا تلفظ تکریب سے اور دکنی اسی کو تخریب سے کریں گے وغیرہ وغیرہ اب اگر قرآنِ کریم کی کتابت و طباعت مختلف انداز تلفظ اور گوناں گوں لب و لہجہ کے لحاظ سے

ہوتی تو آج کل کیا حال ہوتا امت عظیم اختلاف کا شکار ہو کر رہ جاتی۔

اسی کے ساتھ ایک چیز یہ بھی تھی کہ عوام معلمین سے قرآن سیکھتے اور سکھاتے رہے ان معلمین میں بعض تعلیم کے وقت کچھ توضیحی اور تشریحی الفاظ کا اضافہ بھی کرتے تھے اور متعلمین اسے جزو قرآن سمجھ کر رکھ لیا کرتے تھے مثلاً لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم ! ———— (تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو) — حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے ذاتی نسخہ میں "فی مواسم الحج" کے الفاظ بڑھا لئے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایام حج میں تجارت کر کے مالی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے ظاہر ہے کہ یہ اضافہ محض توضیح و تشریح کیلئے تھا

اسی طرح ہر تلفظ کی ادائیگی کے لئے پیغمبر علیہ السلام نے جو اجازت دی تھی اس کے اندر بھی مبالغہ ہونے لگا اور نوبت سخت قسم کے اختلافات اور کفر بعضھم بعضاً تک پہنچنے لگی۔

چنانچہ عہد عثمانی میں فتح آرمینیہ اور آذربائیجان سنہ ۳ھ کے وقت شام و عراق کی فوجیں ایک جگہ جمع تھیں۔ ان دونوں کی قرات میں تشویشناک حد تک اختلاف پایا گیا۔ ایک شخص دوسرے سے اپنی قرات کو افضل قرار دیتا — اس جنگ میں اور دیگر اصحاب کے ساتھ حضرت حذیفہ ابن الیمان رضؓ بھی تھے۔ انھوں نے جب یہ منظر دیکھا تو اس صورت حال سے آپ کو سخت تشویش ہوئی اس واقعہ کی تفصیل بخاری شریف ص۷۴۶ میں دیکھی جاسکتی ہے مشکوٰۃ باب فضائل القرآن ص۱۹۳ اور النشر ج ۱ ص۷ میں مذکور ہے۔ علامہ شاطبی رح نے علامہ دانی رح (م سنہ ۴۴۴ھ) کی کتاب المقنع کو نظم کرتے ہوئے اپنے قصیدہ رائیہ کے شعر ۳۱ سے ۳۴ تک کے ۴ شعروں میں بیان کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت حذیفہ رضؓ کو اس سے بڑا دکھ ہوا، واپس ہو کر آپ نے

خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضؓ سے یہ واقعہ بیان کرکے توجہ مبذول کرائی کہ قرات کو رسم الخط کا پابند اور اضافہ جات کو حذف اور جمع شدہ قرآن سب کے روبرو لایا جائے۔ حضرت عثمان رضؓ نے حضرت حذیفہ رضؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور اُمّ المؤمنین حضرت حفصہ رضؓ کے پاس سے عہد صدیقی کا جمع کردہ قرآن مجید منگوا کر حضرت زید بن ثابت رضؓ حضرت عبدالرحمٰن بن حارث ابن ہشام رضؓ کو اس کام پر مقرر فرمایا (بخاری ص۷۴۸ ج ۲) تاکید یہ تھی کہ اس رسم الخط میں تمام قرات متواترہ ثابت ہوں سیوطی الاتقان (ج ۲ ص۲۸۹) میں لکھتے ہیں۔

"جہاں تک مشہور اور مختلف قراتوں کا تعلق ہے جیسے اَوْصٰی، وَوَصّٰی، تَجْرِی تَحْتَھَا مِنْ تَحْتِھَا، سَیَقُوْلُوْنَ اللّٰہُ، وَلِلّٰہِ، وَمَا عَمِلَتْ اَیْدِیْھِمْ وَمَا عَمِلَتْہُ، فَتَبَیَّنُوْا، فَتَثَبَّتُوْا، وغیرہ یہ سب قرائتیں حضرت عثمان رضؓ کے جمع کردہ قرآن میں موجود تھیں۔

چونکہ اس قرآن میں نقطے اور اعراب نہیں لگائے گئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض الفاظ کو جن میں مختلف قراتیں تھیں انھیں کئی طریقے سے پڑھا جاسکتا تھا قرات متواترہ کو ثابت اور باقی رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی اجازت خود حدیث مشہور سے ثابت ہے اِنَّ ھٰذا القران انزل علی سبعۃ احرف فاقرؤا ما تیسر منہ (بخاری شریف ج ۲ ص۷۴۷، مسلم شریف ج ۱ ص۲۷۲) دوسری تاکید یہ تھی کہ دورانِ کتابت جہاں اختلاف اور مشکل پیش آئے وہاں لغتِ قریش کو ترجیح دیتے ہوئے اسی کے مطابق لکھا جائے کیونکہ قریش ہی کی لغت میں قرآن نازل ہوا ہے قرات قرآن کے بارے میں یہی اختلاف و نزاع حضرت عثمان رضؓ کے قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع و کتابت کا اساسی اور بنیادی سبب تھا۔

اس کی تکمیل کے بعد مشہور قول کے مطابق اس کے پانچ نسخے لکھے گئے (اتقان ج ۱ ص۶۰) یہ نسخے مدینہ مکہ، شام، بصرہ، کوفہ، روانہ کیے گئے۔

سیّدنا حضرت عثمان رضؓ یہ چاہتے تھے کہ صرف تحریر کردہ قرآنی نسخوں ہی پر قانع نہ ہو جائیں بلکہ براہِ راست بالمشافہ صحابہ رضؓ کے منھ سے قرآن سُن کر اپنے سینوں میں محفوظ کرلیں (اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی تعلیم میں صرف مطالعہ کافی نہیں بلکہ کسی ماہر معلم سے بالمشافہ سیکھنا ضروری ہے) اسی لئے حضرت عثمان رضؓ جب کہیں کوئی نسخہ قرآن کا بھیجتے تو اس کے ساتھ ایک معلم قاری بھی بھیجتے ———— اسی لئے ان مذکورہ پانچوں شہروں کے لئے ممتاز صحابہ کرام رضؓ معلم اور نگراں مقرر کئے گئے۔ چنانچہ مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضؓ کو مکہ میں حضرت عبداللہ ابن السائب کو شام میں حضرت مغیرہ بن شہاب رضؓ کو بصرہ میں حضرت عامر بن عبداللہ القیس رضؓ کو، اور کوفہ میں حضرت عبدالرحمٰن السُّلَمی کو نگراں مقرر کیا گیا (مناہل العرفان ج ۱ ص ۳۹۶/۳۹۷) اور ایک نسخہ حضرت عثمان رضؓ نے اپنے پاس رکھا جسے مصحفِ امام کہا جاتا ہے۔

اس طرح مصاحف کی تعداد چھ ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے مصاحف کی تعداد آٹھ بتائی ہے، ساتواں بحرین اور آٹھواں یمن ارسال کیا گیا۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے ایک مصحف مصر میں بھی روانہ کیا (النشر ج ۱ ص ۷ مجلۃ الوعی الاسلامی الکویت مارچ سنہ ۱۹۶۸ھ)

قرآنیت کے اُصولِ ثلٰثہ میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ جس قرآن کا رسم الخط ان مصاحف عثمانی کے مطابق ہو گا وہی قرآن کہا جائے گا اس کے خلاف جائز نہیں۔

**سب سے پہلے مصحف کا نام** قرآن کریم کو مصحف کا نام سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضؓ کے دورِ خلافت میں دیا گیا۔

محمد بن عبداللہ بن اشتہ (سنہ ۳۶۰ھ) نے اپنی کتاب "المصاحف"

میں بطریق موسیٰ بن عقبہ روایت کیا ہے کہ جب قرآن کو جمع کر کے اوراق پر لکھا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا کہ اس کا کوئی نام مقرر کیجیے" بعض نے "السِّفر (پیغامات) تجویز کیا، آپنے فرمایا یہ یہود کا تجویز کردہ نام ہے۔ بعض نے "المصحف" نام رکھنے کی تجویز پیش کی یہ نام حبشہ میں رائج ہے اس پر اتفاق ہو گیا اور قرآنِ کریم کو "المصحف" کہا جانے لگا۔

سیّدنا حضرت عثمان رضؓ نے مذکورہ بالا علاقوں میں مصاحف روانہ کر کے یہ حکم جاری فرمایا کہ اس کے علاوہ جس کے پاس بھی ذاتی قرآن کے نسخے موجود ہوں وہ حکومت کو بھجد یے جائیں، چنانچہ دوسرے تمام نسخے معدوم کر دیے گئے۔

اسمیں شبہ کی کوئی گنجائش و مجال نہیں کہ حضرتِ عثمان رضؓ نے ان ذاتی اور عمومی نسخہائے قرآنی کے معدوم کیے جانے کا جو حکم دیا تھا وہ عظیم حکمت و مصلحت پر مبنی تھا کیوں کہ ان نسخوں کا وجود امت میں زبردست افتراق و اختلاف کا سبب بن سکتا تھا اور عہد رسالت سے جس قدر دوری ہوتی جاتی اسی قدر یہ نسخے امّت کے لیے زیادہ مضر ثابت ہوتے۔

## مصاحف کے تعدّد کی وجہ

یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کے جن کلمات میں ایک سے زائد قرائتیں متواتر دلیل سے ثابت نہیں تھیں انکو ایک ہی طرح لکھا جاتا تھا لیکن جن کلمات میں متواتر دلیل سے ایک سے زائد قرائتیں تھیں، ان تمام قراءتوں کا اظہار ایک ہی رسم الخط کے ذریعہ ممکن نہ تھا اس لیے کتابت کرنے والے ایسے کلمات کو ایک نسخہ میں ایک متواتر قراءت کے اظہار کے لیے ایک طرح، اور دوسرے نسخے میں دوسری متواتر قراءت کے اظہار کے لیے دوسری طرح اور تیسری متواتر قرارت کے اظہار کیلیے تیسرے نسخے میں تیسری طرح لکھنے پر مجبور رہتے، اور اس مجبوری میں مصاحف میں تعدّد کا ہو جانا ناگزیر امر تھا۔

بہر حال حضرت عثمان رضؓ کے اس اقدام کو لوگوں نے بڑی وقعت اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، قرآنِ کریم کے ذاتی اور انفرادی نسخوں کے معدوم کیے جانے کا اقدام آپ نے صحابہ کرام رضؓ کے مشوروں سے کیا تھا۔

حضرت علی رض فرمایا کرتے تھے کہ عثمان رض کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو، بخدا آپ نے مصاحف کے بارے جو کچھ بھی کیا ہمارے مشورہ کے مطابق اور ہماری موجودگی میں کیا (الاتقان ج ۱ ص ۱۰۳) — (یہ قول حضرت سوید بن غفلہ کا ہے)

حضرت عثمان رض کی جگہ میں مسندِ خلافت پر متمکّن ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی سلوک کرتا جو عثمان رض نے کیا، البرہان ج ۱ ص ۲۴۰) کتاب المصاحف ابن ابی داؤد ص ۱۹

**مصاحف عثمانی کی خصوصیات** سیدنا حضرت عثمان رض کے جمع وکتابت کردہ مصاحف کی خصوصیات یہ تھیں کہ وہ ان زیادات سے پاک تھے جن کو توضیح و تفسیر تفصیلِ مجمل یا اثباتِ محذوف کے طور پر بڑھایا گیا تھا، انفرادی مصاحف میں جو شاذ کلمات تھے انھیں بھی خارج کر دیا گیا۔

مصاحفِ عثمانی میں آیتوں اور سورتوں کی ترتیب بھی وہی تھی جو موجودہ قرآنی نسخوں میں ہے۔

مصاحفِ عثمانی، نقطے اور اعراب سے خالی رکھے گئے تھے جن کا فائدہ یہ تھا کہ مختلف قراات پڑھی جاسکتی تھیں۔

**ایک غلط فہمی کا ازالہ** مسلمانوں میں عام طریقے پر ایک غلط فہمی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت عثمان رض جامع القرآن ہیں واضح ہو کہ آپؓ کی یہ خدمت "جمع قرآن" کی نہیں تھی بلکہ اس کی نوعیت اور صورت یہ تھی کہ آپ نے لوگوں کو "کتابت کی حد تک" ایک قرات پر جمع فرما دیا تھا چنانچہ آپ کو بجائے "جامع القرآن" "جامع الناس علی القرآن" یا "علی مصحف واحد" کہنا حقیقتاً صحیح ہے مشہور عالم ابو عبداللہ حارث محاسبی (م ۲۴۳ھ) کا قول اتقان میں ملتا ہے المشہور عند الناس ان جامع القرآن عثمان ولیس کذالک انما حمل عثمان الناس علی القراءۃ بوجہ واحد ص ۶۰ — یعنی لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت عثمانؓ جامع القرآن ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ انھوں نے قرآن کی ایک رسم الخط والی قرائت پر سب لوگوں

کو جمع کیا۔

**جمعِ صدیقی و عثمانی میں فرق** سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ کے جمعِ قرآن میں یہ فرق ہے کہ قرآن جو منتشر اور متفرق تھا اسے پیغمبر علیہ السلام کی فرمودہ تعلیم و ترتیب کے موافق حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جمع کیا۔

اور حضرت عثمان رضؓ نے سورتوں کا تسلسل بھی قائم فرمایا اور مختلف قرائت کو ایک رسم الخط پر جمع کیا۔ اور متعدد نسخے مختلف شہروں میں پھیلائے سیدنا حضرت عثمان رضؓ کی یہ خدمتِ قرآنی ۔ بجائے خود ایک عظیم خدمت ہے اور امت پر زبردست احسان ہے کہ رسم الخط اور کتابت کی حد تک قرآن میں وحدت کا رنگ پیدا کر دیا۔ بہرحال اس میں شبہ کی بات نہیں اور منصف مزاج شخص اس بات کی تائید کرتا ہے کہ قرآن کے سوا دنیا کی کسی کتاب کی حفاظت کے لیۓ وہ اہتمام نہیں کیا گیا جو قرآن کے حصہ میں آیا اور قرآن کے سوا دنیا کی کوئی کتاب بطریقِ تواتر انسانوں تک نہیں پہنچی۔

مستشرق شفالی نے بجا طور پر کہا ہے کہ "قرآن انسان کی توقعات سے بھی زیادہ مکمل صورت میں ان کے پاس پہنچا" (علوم القرآن ڈاکٹر صبحی صالح ص ۱۲۹)

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا، قرآن میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید یعنی باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ خداوند عالم کا نازل کردہ ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون

بیشک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے لفظاً معناً رسماً و کتابتاً محافظ ہیں،

# مصاحف عثمانیہ کی مختصر تاریخ

**مصحف مدنی** | مصاحف عثمانیہ کا نسخہ مدینہ میں رکھا گیا وہ تا حینِ حیات حضرت عثمان رضؓ کے پاس رہا آپ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضؓ کے پاس رہا، پھر خلافت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضؓ کے سپرد ہوا، وہاں سے اندلس پہنچا، اندلس سے مراکش کے دارالسلطنت فاس، پہنچا پھر کسی طرح مدینہ پہنچا، جنگِ عظیم اول میں فخری پاشا گورنر مدینہ اسے دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا، وہاں اب تک موجود ہے (تاریخ ادریسی، تذکرۃ المصاحف بحوالہ الخط العثمانی فی الرسم القرآنی)۔

**مصحف مکی** | مکی نسخہ سنہ ۶۵۷ھ تک مکہ معظمہ میں رہا، محمد بن جبیر اندلسی نے سنہ ۵۷۹ھ میں مکہ میں اس کی زیارت کی تھی۔

مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ جس زمانے میں انھوں نے سیاحت کی یہ نسخہ جامع دمشق میں موجود تھا، آپ کی زیارت غالباً انیسویں صدی کے آخر میں تھی۔

کشاف المہدی ص۱۵۷ میں ہے کہ سلطان عبدالحمید خاں سنہ ۱۸۷۶ھ میں تخت نشیں ہوئے اور تقریباً انھوں نے تینتیس ۳۳ برس تک حکومت کی ان کے زمانے میں مسجد جامع دمشق کو آگ لگ گئی اس میں یہ مصحف بھی جل گیا۔ احمد مقری مورخ نے سنہ ۳۵ھ میں اس کی زیارت کی تھی۔

**مصحف شامی** | یہ نسخہ کوفہ سے سلاطینِ اندلس پھر سلاطینِ موحدین پھر سلاطینِ بنی مرین کے قبضہ میں آیا اور جامع قرطبہ میں رہا اہل قرطبہ نے سلطان عبد المومن کو دیا۔ عبدالمؤمن کے حکم سے ابن بشکوال (م ۵۷۸ھ) نے دارالسلطنت مراکش

کو منتقل کیا۔

یہ منتقلی ۱۱ شوال سنہ ۵۵۱ھ کو ہوئی سنہ ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس رہا اسی سال خلیفہ نے تلمسان پر فوج کشی کی اور مارا گیا، اسی فوج کشی میں وہ گم ہو گیا لیکن پھر کسی طرح تلمسان کے شاہی خزانے میں پہنچا وہاں سے ایک تاجر خرید کر فارس لایا وہاں اب تک موجود ہے۔

**مصحفِ بصری** یہ نسخہ کتب خانہ خدیو جو مصر میں ہے وہاں رہا اسے سلطان صلاح الدین ایوبی رح کے وزیر نے سنہ ۵۷۵ھ میں تینتیس ۳۳ ہزار اشرفی میں خریدا۔

**مصحفِ کوفی** کتب خانہ جامع ازہر مصر میں موجود ہے۔

**مصحفِ بحرین** فرانس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

آج کل مصاحف عثمانی میں سے دنیا میں صرف تین باقی ہیں۔

۱۔ ایک تاشقند میں ہے جو تیمور لنگ شام سے سمرقند لایا تھا۔

۲۔ دوسرا استنبول..... کی میوزم میں ہے، کہا جاتا ہے کہ اسے ترک مصر سے لائے تھے۔

۳۔ تیسرا لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں ہے یہ پہلے ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتبخانہ میں تھا اس پر لکھا ہوا ہے کتبہ، عثمان ابن عفانؓ یہ نسخہ شاہان مغلیہ کے پاس تھا اس پر اکبر کی مہر ہے سنہ ۱۸۲۵ء میں یہ نسخہ میجر راولنس (یا رالنسن) کو ملا، اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتبخانہ کو دیا، اب انڈیا آفس کے کتبخانہ میں ہے، اس کے ایک سو اکیاسی ۱۸۱ صفحات ہیں ہر صفحہ پر سولہ ۱۶ سطریں ہیں،

(علوم القرآن)

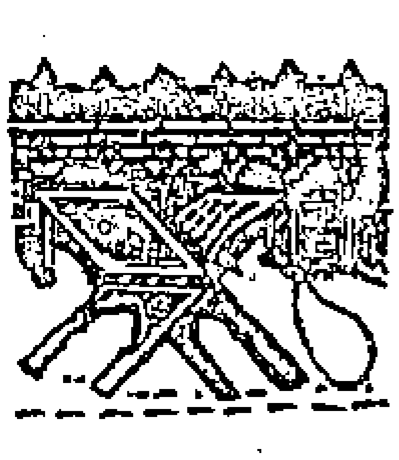

### اعراب وتنقیط

اہل عرب کی مادری زبان چونکہ عربی تھی، نیز وہ فطری اور قدرتی طور پر محاورات پر مکمل قادر تھے اس لئے انھیں قرآن کی تلاوت میں اعراب ونقطوں کی ضرورت نہ تھی، وہ اس کے بغیر بھی صحیح تلاوت کر لیتے تھے لیکن جب اسلام عرب سے باہر پہنچا اور عرب وعجم کے باہمی اختلاط کے باعث دونوں کی تلاوتوں میں غلطیاں واقع ہونے لگیں، اور ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن میں اعراب ونقطوں کے لیے علامات مقرر کی جائیں۔

اس سلسلے میں علامہ دانی رح نے "المحکم فی نقط المصاحف" میں سبب کے طور پر یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ عتبی کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت معاویہ رضؓ نے زیاد ابن سمیہ (والیِ بصرہ) کو خط لکھ کر عبید اللہ بن زیاد کو طلب کیا، حاضری کے بعد حضرت معاویہ رضؓ نے دورانِ گفتگو میں زبان وبیان کی غلطیاں پائیں آپ نے عبید اللہ کو واپس بھیجتے ہوئے زیاد کو اپنے مکتوب میں ملامت کی اور لکھا کہ عبید اللہ جیسا شخص یوں ضائع کیا جا سکتا ہے؟ زیاد نے صورت حال کے پیشِ نظر حضرت ابو الاسود الدئلی (م ۶۹ھ) تلمیذِ حضرت علی رضؓ سے قرآن میں اعراب لگانے اور اس کیلئے علامات مقرر کرنے کی درخواست کی تاکہ لوگ غلطیوں سے بچیں۔ ابو الاسود نے ان کی درخواست کو ناپسند کرتے ہوئے انکار کر دیا۔

زیاد نے ان کو آمادہ کرنے کے لئے اب ایک تدبیر کی وہ یہ کہ ایک شخص کو ابو الاسود کی گذرگاہ میں بٹھا دیا اور کہا کہ جب یہ گذریں تو تم سناتے ہوئے قرآن میں سے کچھ قصداً غلط پڑھو۔ چنانچہ جب یہ گذرے تو اس شخص نے باوازِ بلند سورۃِ توبہ کی آیت نمبر ۳ کے الفاظ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلِهٖ، آخری لفظ کو بکسرِ لام والہا پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول دونوں سے بیزار ہیں (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰهِ) ابو الاسود نے یہ سنتے ہی نہایت بے تابی سے فرمایا عزّ وجہ

اللہ اَن یبرأمِنْ رسولہ ،، ــــــــ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی بیزاری سے پاک ہے یہ کہتے ہوئے فوراً زیاد کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ تمہاری درخواست میں نے قبول کرلی ہے۔ اب میں عربیت میں ایک کتاب وضع کرنا چاہتا ہوں، اور پہلے قرآن میں اعراب لگانا چاہتا ہوں، آپ میرے پاس تیس ۳۰ آدمی روانہ کردیں، زیاد نے حسب فرمائش تیس ۳۰ آدمیوں کو بھیج دیا، ابوالاسود نے اولاً ان میں سے دس کا انتخاب کیا، پھر ان دس میں سے بنی عبد قیس میں سے ایک شخص کو منتخب کیا۔ اس سے کہا کہ قرآن اور روشنائی رکھ لو ساتھ ہی کوئی اور رنگ بھی، جب میری قراءت میں انفتاحِ فم ہو تو فتحہ کی علامت کے طور پر ایک نقطہ اس حرف کے اوپر لگاؤ اور انضمامِ شفتین ہو رہا ہو تو ایک نقطہ اس حرف کی جانب میں لگاؤ اور جب انخفاضِ صوت و فم ہو یعنی آواز پست ہو رہی ہو تو ایک نقطہ اس حرف کے نیچے لگادو جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اور غنہ و تنوین کے لئے دو دو نقطے لگاؤ اسی طرح اور ہدایات دیں، ان ہدایات کے بعد ابوالاسود نے نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھنا شروع کیا اور کاتب حسب ہدایت نقطے لگاتا رہا ہر ہر جزو کے اختتام کے بعد آپ اس پر نظرِ ثانی بھی فرماتے رہے اسطرح پورے قرآن میں اعراب لگادیئے گئے (المحکم ص۳-۴) بعد میں لوگوں نے اسے قبول کیا اور اس کا نام شکل و تشکیل رکھا، اور آگے چل کر اس میں کچھ تبدیلی بھی ہوئی۔

قرآن کریم کے اعراب کی یہ بنیاد تھی، بعد میں حرکات کے متعلق کچھ علامتیں بڑھائی گئیں چنانچہ خلیل ابن احمد نحوی بصری (سنہ ۱۷۱ھ) نے ضبطِ حرکات نیز جزم و تنوین کی صورت اور ہمزہ کی علامت اور اقلاب کی نشانی وضع کی، ساتھ ہی روم و اشمام کی علامت بھی ایجاد کی

لوگ ان وضع کردہ علامات و نشانیوں کے مطابق تلاوت کرتے رہے پھر عراق میں دورانِ تلاوت نقطوں سے متعلق بکثرت غلطیاں واقع ہونے لگیں اس سے متاثر ہو کر

حجاج بن یوسف ثقفی (م سنہ ۹۵ھ) نے نصر بن عاصم لیثی (م سنہ ۹۰ھ سے قبل، غایۃ النہایہ ص ۳۳۶م) اور یحیٰ ابن یعمر (ابو عمرو ابن العلاء بصری کے استاد تھے م سنہ ۱۲۹ھ وفیات الاعیان ج ۲ ص ۳۲۶ یا سنہ ۹۰ھ سے قبل، غایۃ النہایہ ج ۲ ص ۳۸۱) سے مشتبہ الکتابت حروف کے درمیان امتیاز کے لئے کچھ علامتیں وضع کرنے کا حکم دیا یہ دونوں حضرات حضرت ابو الاسود کے شاگرد ہیں، ان دونوں نے غور و فکر کے بعد ایسے تمام حروف کے نقطوں کی تعداد مقرر کی، اور یہ وہی طریق ہے جو آج تک چلا آ رہا ہے۔

بعض طرق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اولین نقطہ لگانے والے یحیٰ ابن یعمر ہیں جیسا کہ بعض طرق سے نصر بن عاصم اللیثی کا نام ملتا ہے، علامہ دانی رح فرماتے ہیں، ممکن ہے کہ یحیٰ اور نصر نے اہل بصرہ کے لئے اولاً نقطے لگائے ہوں، اور انھوں نے ابو الاسود سے اخذ کیا ہو کیونکہ یہ ان سے پہلے کے ہیں، اس کام کی ابتدا انھیں نے کی اور حرکات و تنوین کو اولاً انھوں نے ہی مقرر کیا، ان کے بعد خلیل ابن احمد کا کام ہمزہ و تشدید، روم و اشمام سے متعلق سامنے آتا ہے (المحکم ص ۶)

بسلسلہ تنقیط متقدمین حضرات میں جو مشہور رہے اور جو اس باب میں مقتدا رہے یہ ہیں، اہل مدینہ میں قالون عیسیٰ ابن مینار (م سنہ ۲۲۰ھ) امام نافع مدنی (م سنہ ۱۶۹ھ) کے راوی اہل بصرہ میں بشار ابن ایوب استاذ یعقوب حضرمی (م سنہ ۲۰۵ھ) اور معلی بن عیسیٰ جحدری کے تلمیذ۔ اہل کوفہ میں صالح بن عاصم الناقط کسائی رح (م سنہ ۱۸۹ھ) کے شاگرد اور اہل اندلس میں حکیم بن عمران، غازی ابن قیس کے شاگرد ہیں۔

بہر حال یہ بات بے جھجک کہی جا سکتی ہے کہ ابو الاسود ابن یعمر اور نصر بن عاصم نے قرآن کریم کے رسم الخط کی تحسین اور اس کی قرأت و تلاوت کو سہل و آسان بنانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے، نیز حجاج بن یوسف (م ۹۵ھ) کے بارے میں رائے کچھ بھی ہو مگر یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اس نے قرآن کریم پر تنقیط

کا حکم دے کر ایک عظیم اسلامی خدمت انجام دی (علوم القرآن ص۱۳۵)

## تخمیس و تعشیر

تخمیس و تعشیر یعنی پانچ پانچ اور دس دس آیات کی علامتیں بھی صحابہ رضؓ اور تابعین رحؒ کے زمانے سے لوگ لگاتے آرہے ہیں، دانی رحؒ فرماتے ہیں کہ امہاتِ مصاحف ہوں یا ان کے بعد کے قرآن سب میں سورتوں اور سورتوں کی آیات کے شمار اسی طرح خموس واعشار کی نشانی بنانے میں کوئی حرج نہیں، یہ کام بھی اولاً نصر بن عاصم لیثی بصری تابعی رحؒ کا ہے۔

## اجزاء قرآن

ارشادِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قرآن ہر مہینہ میں ختم کرو، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ میں زیادہ قوت ہے، فرمایا سات دن میں ختم کرو اور اس پر زیادتی نہ کرو، (بخاری ج۲ ص۷۵۶، عن عبداللہ بن عمرو بن عاص)

غالباً یہیں سے بزمانۂ حجاج تیس پاروں کی اصطلاح مقرر ہوئی، ماسوائے سورۂ فاتحہ تمام پاروں کے قرآنی کلمات یا تو مساوی یا قریب بہ مساوی ہیں اس کے بعد حروف کی تعداد کے اعتبار سے ہر پارے کے چار حصے ربع نصف ثلاثہ ..... کیے گئے۔

## فمی بشوق

حضرت اوس بن حذیفہ رضؓ ثقفی نے صحابۂ کرامؓ سے دریافت فرمایا: کیف تحزبون القرآن قالوا ثلث وخمس وسبع وتسع واحدی عشرة وثلث عشرة وحزب المفصل وحدہ ! ——— یعنی آپ حضرات قرآن کے منازل کے حصے، اور اس کا ورد کس طرح کرتے ہیں؟ صحابہ رضؓ نے بتایا، ایک دن شروع کی تین سورتیں (بقرہ سے نساء تک) دوسرے

دن اس کے بعد پانچ سورتیں (مائدہ سے براءۃ تک) تیسرے دن اس کے بعد سات سورتیں (یونس سے نحل تک)، چوتھے دن اس کے بعد نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک) پانچویں دن اس کے بعد گیارہ۱۱ سورتیں (شعراء سے یٰسین تک) چھٹے دن اس کے بعد تیرہ۱۳ سورتیں (وَالصّٰفّٰتِ سے حجرات تک) اور ساتویں دن تمام مفصلات (ق سے آخر تک) ابو داؤد شریف باب فی کم یقرأ القرآن)

پھر حجاج کے زمانے میں انھیں احادیث سے اخذ کر کے فَمِی بِشَوْقٍ (میرا منہ مبتلاء شوقِ قرآن ہے) کی اصطلاح مقرر ہو گئی اور اس طرح ایک ہفتہ میں جمعہ سے شروع ہو کر جمعرات تک قرآن کریم ختم ہو جاتا تھا اسی طرح سات منازل بھی مقرر ہوگئیں

سیدنا حضرت عثمان رضؓ، حضرت زید بن ثابت رضؓ حضرت ابی ابن کعب رضؓ اور حضرت ابن مسعود رضؓ کا معمول بھی یہی تھا، اعراب و تنقیط اور تجزیہ وغیرہ کی یہ قرآنی خدمات عہد بنو امیہ میں انجام پائیں۔

پھر اہل مصر و مغاربہ نے قرآن کو ساٹھ حصّوں میں تقسیم کرتے ہوئے انھیں حزب کے نام سے موسوم کیا جو تقریباً نصف پارہ ہوتا ہے پھر ہر حزب کے چار حصّے بنا لیے جن میں سے ہر ایک کو رُبعِ حزب کہتے ہیں۔

**رُکوع** رکوع کی علامات تقریباً سنہ ۳۰۰ھ کے آغاز میں ماوراء النہر کے عُلماء اور مشائخ فقہاء نے مقرر کی ہیں اس سے پہلے لوگوں نے تراویح میں پڑھنے کیلئے دس، دس آیتوں (تعاشیر) کی نشانیاں لگا رکھی تھیں مگر ان میں مضامین اور معانی کا کوئی لحاظ نہیں تھا۔ پانچسو چالیس ۵۴۰ رکوع مقرر کیئے گئے مگر تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تعداد شاید ابتداءً تھی۔ موجودہ تعداد ماسوائے سورۃ فاتحہ پانچسو ستاون ۵۵۷ ہے بہرحال رکوع کی اس وضع میں دو باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اول یہ کہ کوئی رکوع نماز کے اندر قراءت کی فرض مقدار سے کم نہ ہو، دوسرے اس بات کی کوشش کی گئی کہ ہر رکوع ایک مکمل مضمون پر مشتمل ہو، واضعینِ رکوع اس سعی میں کامیاب ہیں، باستثناء سورۃ واقعہ! کہ اس سورۃ کا پہلا رکوع جو آیت ۳۸ لفظ اَلْيَمِيْنِ پر ہے صحیح یہ ہے کہ یہ رکوع دو آیت کے بعد آیت ۴۰ کے لفظ اَلْاٰخِرِيْنَ پر ہو۔

## کتابت وطباعتِ قرآنی کے مراحل

عہدِ نبویؐ سے لے کر آج تک قرآن عزیز کی کتابت و خطاطی میں دنیا بھر کے مسلمانوں نے اپنی بساط سے بڑھ کر صلاحیتوں اور استعداد سے کام لیا، اس کی تحسین و تزئین میں عجیب و غریب انداز اختیار کرتے ہوئے حیرت انگیز فنکارانہ مہارت و کمال کے مظاہرے کیے ہیں۔

عہدِ بنو اُمیہ، خطاطی کی ترویج و ترقی میں ایک نمایاں دور نظر آتا ہے، اس دور کے پہلے معروف خطاط قُطبہ تھے۔ انھوں نے اس وقت کے مروّجہ خط میں تصرف کر کے چار نئے خط نکالے، اور قرآن عزیز کی کتابت آب زر سے کی،

ولید بن عبدالملک کے درباری کاتب ابن ابی الہیّاج کا مختصر ذکر ابن مُقلہ کے تحت گذر چکا ہے۔ انھوں نے خط کوفی کی نوک پلک سنوارتے ہوئے مصوّرانہ خطاطی کی بنیاد رکھی، انھوں نے مسجدِ نبویؐ میں خطاطی کی نمائش میں سورۂ وَالشَّمْسِ کو خطِ کوفی میں پیش کیا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی فرمائش پر مطلّا قرآن کریم کی کتابت میں کمالِ خط کے ایسے جوہر دکھائے کہ اسے دیکھ کر حضرت بن عبدالعزیز کی آنکھیں نمناک ہوگئیں آپ نے اسے آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیتے ہوئے اس کے خطاط کو سب سے بڑا انعام یہ دیا کہ اس مصحف کو ہی بطورِ ہدیہ واپس کر دیا،

اس فن کی ترویج میں عہدِ عبّاسی سب سے اہم ہے۔ اس عہد کے ممتاز خطاط ابن مُقلَہ کا ذکر ابتداء میں گذر چکا ہے۔ ابن مقلہ کے شاگرد علی بن بلال بن بواب تھے انھوں نے اپنے استاذ کے خطِ نسخ میں مزید حسن و جاذبیت پیدا کی، اپنی زندگی میں چونسٹھ قرآن کریم کی خطاطی کی۔ ان کے بعد مشہور خطاط، یاقوت بن عبداللہ الرومی المتحصمی نے اپنے استاذ ابن بواب کے فن کو اوجِ کمال تک پہنچا دیا،

تاتاریوں کے حملوں اور سقوطِ بغداد کے بعد خطاطی کا مرکز ایران بنا، جہاں آج بھی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ زندہ و تابندہ ہے، ایران کی وساطت سے یہ فن برِّ صغیر میں

آیا دورِ مغلیہ اس فن کا زرّیں دور کہلاتا ہے۔

ظہیر الدین بابر ایک اعلیٰ خطاطِ قرآن تھے ان کا خط بابری کہلاتا ہے جہانگیر کے فرزند شہزادہ پرویز خطاطِ قرآن تھے، اسی طرح شاہ جہان کے بیٹے دارا شکوہ باکمال خطاطِ قرآن تھے اور حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ قرآن کریم کے جس پایہ کے خطاط تھے سب کو معلوم ہے آپ کا مکتوب قرآن کریم سب سے پہلے لکھنؤ سے شائع کیا گیا، (جناب مظہر یوسف زئی کے مضمون مطبوعہ فیصل جدید ۱۲ر جولائی سنہ ۱۹۹۰ء سے ملخص) مختصر یہ کہ پریس کی ایجاد سے پہلے قرآن کریم قلمی ہی ہوتے تھے اور بڑی جماعت کا مشغلہ ہی قرآن کریم کی کتابت تھا، نیز قرآن کو حسین تر بنانے میں باہم مسابقہ بھی رہا ہے۔

جب پریس کا دور آیا تو سب سے پہلے قرآن کریم بمقام ہیمبرگ سنہ ۱۱۱۳ھ میں طبع ہوا جس کا ایک نسخہ تا حال دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔ (علوم القرآن از مولانا تقی عثمانی)

اس کے بعد مستشرقین میں سے ہنکلمان نے ہیمنبوگ میں سنہ ۱۶۹۴ھ اور مراکی نے پاڈوا میں سنہ ۱۶۹۸ء میں طبع کرائے، ان کے علاوہ بھی بعض مستشرقین نے طبع کرائے مگر اسلامی دنیا میں ان کو مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔

خالص اسلامی طباعت کے زیر اہتمام پہلی بار مولائے عثمان نے پیٹرس برگ (روس) میں سنہ ۱۷۸۷ء میں طبع کرایا اسی طرح قازان میں بھی ایک نسخہ چھپا۔ سنہ ۱۲۴۸ھ مطابق سنہ ۱۸۲۸ء میں طہران (ایران) میں پتھر پر طباعت ہوئی، تبریز میں بھی اسی سال طبع کرایا مستشرق فلوجل نے سنہ ۱۸۳۴ء میں لیپزگ کے مقام پر بڑے اہتمام سے چھپوایا، یہ نسخہ یورپ میں بہت مقبول ہوا، مگر اسلامی دنیا نے اسے قبول نہ کیا، اس کے بعد ہندوستان میں متعدد بار چھاپا گیا۔

استنبول (ترکی) میں سنہ ۱۸۷۷ء میں طباعت قرآنی کا بیڑا اٹھایا گیا۔ پھر قاہرہ میں شیخ الازہر کی زیر سرپرستی سنہ ۱۳۴۲ھ مطابق سنہ ۱۹۲۳ء میں بقرائتِ امام عاصم بروایتِ حفص رح نہایت حسین وجمیل نسخہ طبع ہوا، اس واقعہ کی اہمیت تاریخی بن گئی اور یہ نسخہ اسلامی دنیا میں بیحد مقبول ہوا، یہ نسخہ ہر لحاظ سے مکمل اور معیاری تھا دنیا بھر کے علماء نے اس پر اتفاق کیا (علوم القرآن الصبحی)

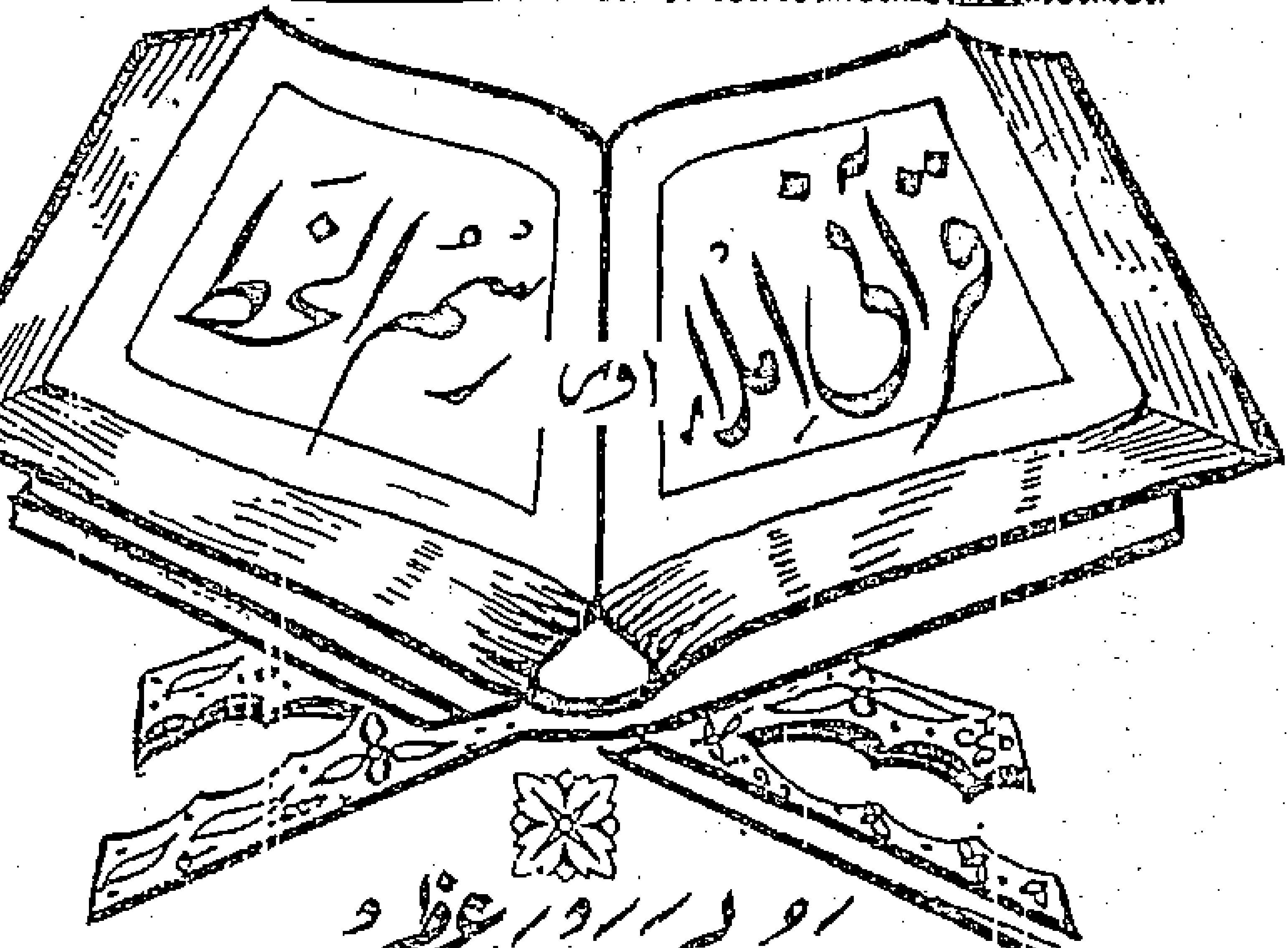

## ابو الحسن الاعظمی

خادم التجوید والقراءۃ دار العلوم دیوبند

# اصول و قواعد

# ضروری فوائد

**فائدہ ا** رسماً حذف یا تو بطورِ شمولِ قرأت ہوتا ہے یا بغرضِ اختصار، اول کو رسم احتمالی، اور ثانی کو رسم اصطلاحی کہتے ہیں۔

**اختلافِ رسمی کی چند حکمتیں** **شمول ا** یعنی دوسری قرأت کو شامل کرنا، جیسے قَالَ رَبِّیْ میں قٰلَ بحذف الف کی رسم تاکہ قُلْ رَبِّیْ کی رسم کو شامل ہو سکے۔

**ع۲ فرق بیان کرنا** جیسے اُولِیْ واو کی زیادتی سے۔ یہ اس لیے تاکہ اِلٰی سے ممتاز ہو جائے ایسے ہی جِاْیْٓءَ، نَبَاِیْ، تَایْئَسُوْا، یَایْئَسُ، مِائَۃٌ، میں الف کی زیادتی سے حَتّٰی نَبِیْءِ یَیْئَسُوْا، یَیْئَسُ اور مِنْہٗ میں امتیاز ہو جائے کیونکہ ابتدائً قرآن غیر منقوط اور غیر معرب تھا۔

**ع۳ معنوی رعایت** مثلاً لَاَذْبَحَنَّہٗ میں الف کی زیادتی سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ ذبح ھُدْ ھُدْ کا فعل حضرت سلیمان علیہ السلام سے صادر نہیں ہوا۔ ایسے ہی سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ میں حذف واؤ سے اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو فوراً بلا تاخیر بلائیں گے۔ نیز یہ وجہ بھی ممکن ہے کہ فَلْیَدْعُ کے ساتھ ظاہری موافقت ہو جائے۔

**ع۴ کثرت استعمال** جیسے بِسْمِ اللّٰہِ میں اِسْمٌ کا حذف ہمزہ۔

**ع۵ معنوی فرق بتانا** جیسے بِاَیْئدٍ (ذریت) میں زیادتی الف اس لئے ہے کہ یہ اَیْدٍ بمعنی ہاتھ نہیں، بمعنی قوت ہے۔ اور معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر زبان کی اپنی ایک خاص رسم ہوتی ہے جس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ جیسے خود اردو زبان میں "خود" اور "خوش" اور "خواہش" وغیرہ میں واؤ مکتوب تو ہوتا ہے مگر پڑھنے میں نہیں آتا، تو جس طرح اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا اسی طرح قرآن کریم کی اپنی ایک مستقل رسم ہے یہ بھی اعتراض سے بالاتر ہے۔

**ناقلینِ رسم** ا۔ امام نافع مدنی رح، (م ۱۶۹ھ) ائمہ قرأت میں سے ایک امام ہیں، آپ کی دو روایتیں مشہور ہیں ع۱ قالون رح، (م ۲۲۰ھ) ع۲ ورش رح (م ۱۹۷ھ) امام نافع مدنی رح رسم الخط کو مصحف

مدینہ سے نقل کرتے ہیں۔

امام ابوعبید القاسم بن سلام الخراسانی رح (م ۲۲۴ھ) محقق جزری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

الامام الکبیر الحافظ العلامہ احد الاعلام المجتہدین، صاحب التصانیف فی القرائت والحدیث واللغۃ والشعر، علامہ دانی رح "امام اہل دہرہ فی جمیع العلوم صاحب سنۃ، ثقۃ، مأمون" کے الفاظ فرماتے ہیں (غایۃ النہایۃ ص۱۸ ج۲) امام ابوعبید مصاحفِ عثمانی میں سے اس مصحف سے نقل کرتے ہیں جو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تلاوت کے لئے مخصوص تھا، (جسے مصحفِ "امام" کہا جاتا ہے) لہٰذا واضح ہو کہ "مدنی مصحف" سے مراد امام نافع رح کی روایت اور "امام" سے مراد امام ابوعبید کی روایت ہوگی، اور ایسے کسی اندازِ بیان سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ دیگر ائمہ سے کسی اور طرح منقول ہے بلکہ یوں سمجھا جائے کہ دیگر ائمہ سے بھی ایسے ہی منقول ہے الّا یہ کہ متعین طور پر کسی مصحف کا ذکر آ جائے۔

**نصیر:۔** ابوالمنذر نصیر بن یوسف بن ابی نصر الرازی ثم البغدادی النحوی۔ آپ امام کسائی رح کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں محقق جزری رح آپ کو "استاذ کامل ثقۃ، کان من الائمۃ الحذاق لاسیما فی رسم المصحف ولہٗ فیہ تصنیف" لکھتے ہیں (م تقریباً ۲۴۰ھ) (غایۃ النہایۃ ص۳۴۱ ج ۲)

## اختصاراً قرار کے لئے استعمال ہونے والے رموز

۱ مدنیؔ سے نافع رح اور یزید رح۔ ۲ حَبَرؔ سے مکی اور مازنی رح۔ ۳ بصریؔ سے مازنی رح و حضرمی رح ۴ حرمیؔ رح سے نافع رح، مکی رح، یزید رح۔ ۵ عمؔ سے مدنی، و شامی۔ ۶ کوفیؔ سے چاروں کوفیین رح۔ ۷ شفاؔ سے حمزہ رح کسائی، خلف۔ ۸ روؔی سے کسائی رح اور امام خلف رح۔ ۹ نفرؔ سے مکی رح، مازنی رح و شامی رح ۱۰ ثوؔی سے یزید رح و حضرمی رح۔ ۱۱ رضیؔ سے حمزہ رح، کسائی رح۔ ۱۲ ابنانؔ سے مکی رح، و شامی رح۔ ۱۳ صحبؔ سے حفص رح و شفا رح۔ ۱۴ صحبہؔ سے شعبہ شفا رح۔ ۱۵ فتیؔ سے حمزہ رح، خلف بزار مراد ہوں گے۔

کنز سے شامی کوفیین

# اصول

**الف کا حذف و اثبات** واضح ہو کہ اصلاً تو رسم الخط میں الف کا اثبات ہے، لیکن کہیں تو بطور کلیہ، اور کہیں مخصوص مقامات میں لاسمًا حذف بھی ہے، محذوف الالف کلمات بین القوسین مذکور ہوں گے۔ اور کلمۂ قرآنی سے پہلے اس کا وزن بھی مذکور ہو گا۔

ع۱ **فَاعِلٌ**:۔ جیسے کَاتِبٌ وغیرہ (بٰطِلٌ اعراف ع۱۶، ھود ع۲، طٰغِرٌ ہر جگہ، اَلْکٰفِرُ رعد ع۶ ماسوائے کنز، یعقوب، نبا ع۲ (ہند و پاک کے قرآنوں میں) سٰمِرًا مومنون ع۴ فٰرِغًا قصص ع۱ عٰلِم ہر جگہ، صٰلِحٌ اور اس قسم کے سارے عَلَمی کلمات، کٰذِبٌ زمر ع۱، سٰحِرٌ اور سٰحِرٍ (اعراف ع۱۴) بعض مصاحف میں الف بعد السین ہے اور بعض میں بعد الحاء ہے اور حسب روایت دانی رح ونصیر رح بلا الف ہے اور ہمارے مصاحف کے اعتبار سے ذٰریٰت ع۲ کا سٰحِرٌ بالالف ہے باقی اور مقامات میں بلا الف ہے، مٰلِکِ فاتحہ، آل عمران ع۳ طٰئِفٌ اعراف ع۲۴ بٰلِغَ مائدہ ع۱۳ فٰلِقُ انعام ع۱۲ بِالْخُلْفِ، جٰعِلُ الَّیْلِ انعام ع۱۲ ماسوائے کوفی رح بِالْخُلْفِ۔ بِہٰدِ دونوں جگہ ع بِقٰدِرٍ تینوں جگہ، یٰس ع۵، احقاف ع۴ قیامۃ ع۲ خٰشِعًا قمر ع۱ بصری، شفا۔ عٰلِیَہُمْ دہر ع۱ حٰفِظًا یوسف ع ۸) خٰلِقُ ابراہیم ع۳ نور ع۶ بقراءتِ شفا۔

ع۲ **فَاعِلَۃٌ**:۔ جیسے کَاذِبَۃٌ وغیرہ (الصّٰعِقَۃُ اور صٰعِقَۃٌ ہر جگہ قٰسِیَۃً مائدہ ع۳ زٰکِیَۃً ماسوائے کنز رح و روح حٰمِیَۃٍ کہف ع۱۱ بقراءتِ شامی رح، صحبہ رح، یزید رح فَنٰظِرَۃٌ نمل ع۳ نٰخِرَۃً نٰزِعٰت ع۱ بقراءت صحبہ رح و رویس رح۔

ع۳ **فَعَالٌ**:۔ جیسے شَرَابًا، طَعَامًا وغیرہ۔ (سَلٰمٌ، اَلسَّلٰمُ ہر جگہ، بَلٰغٌ ہر جگہ حَرٰمٌ انبیاء ع۷ حَلٰلٌ ہر جگہ، ضَلٰلٌ، اَلضَّلٰلُ ہر جگہ، ثَلٰثَ، ثَلٰثِیْنَ ہر جگہ، کَلٰمَ فتحنا ع۲ میں خَرٰجًا کہف ع۱۱ مومنون ع۴ بقراءتِ شفا، فَخَرٰجُ مومنون ع۴۔ اَلْجَلٰلُ ہر جگہ اَلْبَلٰٓؤُا بَلٰٓؤٌ، جَزٰٓؤُا مائدہ ع۵، شوریٰ ع۴، حشر ع۲ میں بلا خلاف، کہف ع۱۱ طٰہٰ ع۳ زمر ع۸ میں بِالْخُلْفِ) الف

بین اللامین کسی وزن پر ہو محذوف الرسم ہوتا ہے جیسے اَلْجَلٰل خِلٰل وغیرہ۔

ع۴ فُعَالٌ :۔ جیسے اُجَاجٌ وغیرہ۔ (غُلٰمٌ ہر جگہ، جُذٰذًا انبیاء ع۵، ثُلٰثَ، رُبٰعَ ہر جگہ تُرٰبًا رعد ع۱، نمل ع۶، نباء ع۲، دُعٰوءُ مومن ع۵)

ع۵ فِعَالٌ :۔ جیسے حِسَابٌ قِتَالٌ۔ (کِتٰبٌ ہر جگہ، مگر سوائے چار مواقع کے کہ انمیں بالالف ہے اَجَلٍ کِتَاب رعد ع۶، کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ حجر ع۱، مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ کہف ع۴، کِتَابٍ مُّبِیْنٍ نمل ع۱، وَلَا کِذّٰبًا بقراءتِ کسائی، خِلٰل ہر جگہ، عِبٰدَنَا، صٓ ع۴، عِبٰدِیْ فجر، عِبٰدَہٗ زمر ع۲، بقراءت شفا و یزید رح، عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ زخرف ع۲۔ اَلرِّیٰحَ یہاں کے مصاحف کے اعتبار سے اَلرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ روم ع۵، میں بالالف اور حسب بیان رائیہ حجر ع۲، کہف ع۶، فرقان ع۵ میں دونوں وجوہ ہیں عِظٰمًا، اَلْعِظٰمَ مومنون ع۲۔ سِرٰجًا فرقان ع۶ دِفٰعُ دونوں بقراءتِ مدنی رح یعقوب رح فَرِھٰنٌ بقرہ ع۳۹، ضِعٰفًا نساء ع۱، خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ توبہ ع۱۱ خِلٰفَکَ اسراء ع۸، بقراءتِ ~~ماسوائے~~ صحب یعقوب رح۔ اِنٰثًا یہاں کے مصاحف کی رو سے صرف نساء ع۱۸ اِلٰہٌ ہر جگہ۔ اَلْاَرْضَ مِھٰدًا طٰہٰ ع۲ زخرف ع۱ بقراءت ماسوائے کفی و نباء ع۱ ان تین کے علاوہ ہر جگہ بالالف ہے۔ لِاِیْلٰفِ بقراءتِ شامی رح، اِلٰفِھِمْ بقراءتِ یزید رح جِدٰرٍ بقراءتِ حَبْر رح حشر ع۲ خِتٰمُہٗ تطفیف، وَفِصٰلُہٗ لقمٰن و احقاف ع۲، قِیٰمًا نساء ع۱ و مائدہ ع۱۳۔)

ع۶ فَعَّالٌ جیسے غَسَّاقًا عَلَّامُ وغیرہ (عَلّٰم سبا ع۱ بقراءت اخوین اَلْخَلّٰقُ حجر ع۶ و یٰسٓ ع۵، سَحّٰرٍ اعراف ع۱۴ یونس ع۸ بقراءت شفا۔

ع۷ فُعَّالٌ : جیسے اَلْفُجَّارُ وغیرہ (اَلْکُفّٰرُ رعد ع۶)

ع۸ فِعَّالٌ جیسے کِذَّابًا نباء ع۱ وغیرہ (کِذّٰبًا ع۲)

ع۹ فَعَالٰی جیسے اَلْحَوَایَا وغیرہ (اَلْیَتٰمٰی، اَلنَّصٰرٰی، خَطٰیٰکُمْ خَطٰیٰھُمْ، خَطٰیٰنَا)

ع۱۰ فُعَالٰی جیسے فُرَادٰی وغیرہ اَلْیَتٰمٰی سُکٰرٰی دونوں حج ع۱ نساء ع۶ کا نہیں، اُسٰرٰی بقرہ ع۱۰ (بقرارت ماسوائے حمزہ) اَلْاُسٰرٰی انفال ع۹ بقرارتِ یزید رح وغ۱ بقرارت ابو عمرو رح ویزید رح دونوں جگہ

ع۱۱ فَعَائِلُ جیسے اَلشَّمَائِلِ نحل ع۱۱ شَعَائِرَ بقرہ ع۱۹ وغیرہ (خَلٰٓئِفَ ہر جگہ اَلْخَبٰٓئِثَ دونوں اعراف ع۱۹ انبیاء مَلٰٓئِکَتِہٖ کَبٰٓئِرَ شوریٰ ع۴ نجم ع۲ سباء ع۵ کا نہیں۔

ع۱۲ فُعَلَاءُ جیسے رُحَمَآءُ خُلَفَآءُ وغیرہ (شُرَکٰٓؤُا صرف انعام ع۱۱، شُوْرٰی ع۳، اَلضُّعَفٰٓؤُا (صرف معرف باللام) ابراہیم ع۳، مؤمن ع۵ بُرَءٰٓؤُا ۔ اَلْعُلَمٰٓؤُا، عُلَمٰٓؤُا، شُفَعٰٓؤُا صرف روم ع۲۔

ع۱۳ فَعَالِلُ اَلْحَنَاجِرِ، اَلضَّفَادِعَ وغیرہ۔ (سَلٰسِلَ اور اَلسَّلٰسِلِ)

ع۱۴ فَعَالِیْلُ جیسے قَرَاطِیْسَ۔ وَالْخَنَازِیْرَ (اَلشَّیٰطِیْن)

ع۱۵ مَفَاعِلُ جیسے اَلْمَقَابِرَ وغیرہ (مَسٰکِنَ ہر جگہ مَسٰجِدَ ہر جگہ اَلْمَشٰرِقِ اَلْمَغٰرِبِ صرف معارج ع۲ میں بِمَوٰقِعِ واقعہ ع۳ (بِخُلُفٍ) فِی الْمَجٰلِسِ مجادلہ ع۲)

ع۱۶ مَفَاعِیْلُ جیسے بِمَصَابِیْحَ وغیرہ (مَسٰکِیْنَ)

ع۱۷ اَفَاعِلُ جیسے اَلْاَنَامِلَ وغیرہ (اَکٰبِرَ انعام ع۱۵)

ع۱۸ اَفَاعِیْلُ جیسے اَسَاطِیْرُ، اَلْاَقَاوِیْلِ۔

ع۱۹ مِفْعَال جیسے اَلْمِیْثَاقُ وغیرہ (فِی الْمِیْعٰدِ انفال ع۵ مِیْکٰلَ میں الف بشکل یاء ہے صورتاً مِفْعَال کا وزن ہے۔

ع۲۰ فَعَالَۃ جیسے اَلْعَدَاوَۃ، جَہَالَۃ وغیرہ (کَلٰلَۃ، اَلضَّلٰلَۃ، شِقْوَتُنَا مؤمنون ع۶ بقرارتِ شِقَا، شَہٰدٰتِہِمْ معارج ع۱ بقرارت ماسوائے حفص رح و یعقوب رح اَثٰرَۃ احقاف ع۱)

ع۲۱ فَعَّالَۃ جیسے حَمَّالَۃُ، کَفَّارَۃُ وغیرہ۔

ع۲۲ فُعَالَۃ جیسے اَلزُّجَاجَۃُ وغیرہ (سُلٰلَۃٌ)

ع۲۳ فِعَالَۃ جیسے رِسَالَۃَ رَبِّیْ اعراف ع۸ وغیرہ (جِمٰلَتٌ مرسلٰت ع۱ بِالْخُلْف، اَلْقِیٰمَۃ ہرجگہ، رِسٰلَتَہٗ مائدہ ع۱۰ بقراءت ماسوائے عَمَّ شعبہ رح یعقوب رح انعام ع۱۵ بقراءت مکی رح حفص رح۔ غِشٰوَۃً جاثیہ ع۳

ع۲۴ فَعْلَانُ جیسے اَلظَّمْاٰنُ (اَلرَّحْمٰنُ، اَلشَّیْطٰنُ۔

ع۲۵ فُعْلَانُ جیسے بُنْیَانٌ، طُغْیَانٌ وغیرہ (سُلْطٰنٌ، قُرْءٰنٌ صرف یوسف ع۱ و زخرف ع۱، اس کی صحیح رسم قُرْاٰنٌ ہونی چاہیئے۔ سُبْحٰن ہرجگہ، ماسوائے اسراء ع۱۰ کے۔

ع۲۶ اَفْعَال جیسے اَلْاَبْرَار (اَلْاَنْہٰر، اَصْحٰب، اَلْف، بِاَیّٰمِ اللّٰہِ ابراہیم ع۱ اٰثٰرِہِمْ روم ع۵، اٰثٰرِہِمْ صٰفّٰت ع۲، اَصْرَہُمْ اعراف ع۹، بقراءت شامی، اَنْبٰٓؤُا بِالْخُلْف اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ صرف مائدہ ع۳، بِالْخُلْف، وَاَتْبٰعُکَ شعراء ع۶ بقراءت یعقوب رح)

ع۲۷ اِفْعَال جیسے اَلْاِکْرَام (فَاَزَلَّہُمَا بقرہ ع۴، بقراءت حمزہ رح لِاِیْلٰفِ اِیْلٰفِہِمْ، اَوْ اِطْعٰمٌ صرف بلدمیں۔

ع۲۸ تَفَاعُل جیسے تَخَاصُمُ، تَعَاسَرْتُمْ وغیرہ (تَبٰرَکَ ہرجگہ تَدٰرَکَہٗ تَسٰقَطْ مریم ع۲ بقراءت حمزہ رح، تَشٰبَہَ صرف بقرہ ع۸، تَزٰوَرُ کہف ع۲، تَظٰہَرُوْنَ بقرہ ع۱۰، تَظٰہَرَ قصص ع، تحریم ع۱، تَظٰہَرُوْنَ احزاب ع۱ بقراءت شفا رح، تَعٰلٰی ہرجگہ، تَفٰوُتٍ ملک ع۱، وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ فجر، وَیَتَنٰجَوْنَ، فَلَا تَتَنٰجَوْا مجادلہ ع۲۔

ع۲۹ اِفّاعُل جیسے اِثَّاقَلْتُمْ وغیرہ (فَادّٰرَءْتُمْ بقرہ ع۹، بَلِ ادّٰرَکَ نمل ع۵ اَنْ یَّصّٰلَحَا نساء ع۱۹ بقراءت ماسوائے کوفی۔ تَسّٰقَطْ مریم ع۲، بقراءت سما، شامی رح شعبہ رح، روی تَزّٰوَرُ کہف ع۲ بقراءت حرمی رح مازنی رح تَظّٰہَرُوْنَ بقرہ ع۱۰ بقراءت ماسوائے کوفی۔

ع۳۰ فَوَاعِل جیسے اَلْفَوَاحِشُ، اَلْقَوَاعِدُ، اَلصَّوَاعِق وغیرہ۔

ع۳۱ فَوَاعِیل جیسے قَوَارِیْر۔

ع ۳۲ **مُفَاعَلَة** اس کے صیغے جیسے جٰدَلْتُمْ وغیرہ یُخٰدِعُوْنَ ہر جگہ دِفٰعُ بقرہ ع۱۴ بقراءت مدنیان و یعقوب رح، وَلَا تُقٰتِلُوْھُمْ، یُقٰتِلُوْکُمْ۔ قٰتَلُوْکُمْ بقرہ ع۸ بقراءت شفا، وَیُقٰتِلُوْنَ الَّذِیْنَ آل عمران ع۳ بقراءت حمزہ (بالخلف) وَقٰتَلُوْا آل عمران ع۲۰۔ فَلَقٰتَلُوْکُمْ، فَلَمْ یُقٰتِلُوْکُمْ نساء ع۱۲۔ وَالَّذِیْنَ قٰتَلُوْا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ع۱ بقراءت ماسوائے حفص بصریان۔ یُقٰتِلُوْنَ حج ع۶، بٰعِدْ سبا ع۲، عٰقَدَتْ نساء ع۵ بقراءت ماسوائے کوفی رح مُضٰعَفَۃً مع اس کے صیغوں کے بالخلف۔ عٰقَدْتُّمْ مائدہ ع۱۲ بروایت ابن ذکوان رح یُسٰرِعُوْنَ انبیاء ع۶ مومنون ع۴ یُظٰہِرُوْنَ احزاب ع۱، مجادلہ ع۱۔ حَتّٰی یُلٰقُوْا، مُلٰقُوْا مُلٰقٍ حِسٰابِیَہْ وغیرہ، وٰعَدْنَا، عٰہَدُوْا، عٰہَدَ۔ اور مُبٰرَکَ، بٰرَکْنَا ہر جگہ (بٰرَکَ نہیں) مُعٰجِزِیْنَ تینوں۔ وَہَلْ یُجٰزِیْ سبا ع۲، فَلَا تُصٰحِبْنِیْ کہف ع فٰرَقُوْا انعام ع۲۰ روم ع۴، بقراءت اخوین تُمٰسُّوْہُنَّ تینوں بقراءت شفاء وَلَا تُصٰعِرْ لقمان ع۲ بقراءت ماسوائے ابنان رح عاصم رح ثوری رح دٰرَسْتَ انعام ع۱۳ بقراءت حبر رح لٰمَسْتُمْ نساء ع۷ مائدہ ع۲ بقراءت سما رح، شامی رح، عاصم رح اَفَتُمٰرُوْنَہٗ نجم ع۱ بقراءت شفاء رح حضرمی رح، مُرٰغَمًا نساء ع۱۴ جٰوَزْنَا اعراف ع۱۶ یونس ع۹ (ہند و پاک کے مطبوعہ بعض مصاحف میں بالالف ہے جو غالباً سہو کتابت ہے) تُسٰقِطْ مریم ع۲ یُدٰفِعُ (بالخلف) حج ع۵۔

ع ۳۳ **قٰالَ** ہر جگہ جیسے وَاِذْ قٰالَ (قٰلَ انبیاء ع۱، ع۷، زخرف ع۲، جن ع۲، مومنون ع۶ میں دو، یہاں کے مصاحف میں ان چھیوں میں الف محذوف ہے۔ اسراء ع۱۰ میں بقراءت مکی رح، شامی رح، مکی و شامی مصاحف میں ثابت اور دیگر مصاحف میں محذوف ہے۔

ع ۳۴ ثلاثی مزید کے مصادر کا الف ہر جگہ ثابت ہوتا ہے جیسے اِخْتِلَافًا، اِنْتِقَامٍ، اِسْتِکْبَارٌ، اِنْفِصَامَ، وغیرہ سوائے چند مصادر کے جن کا استثناء گذر چکا ہے۔

* * *

## محذوف الرسم الف والے کلمات

ع۱ ہائے تنبیہ کا الف جیسے، ہٰاَنْتُمْ، ہٰؤُلَآءِ، ہٰذَا، ہٰکَذَا، ہٰہُنَا وغیرہ ع۲ یاء

ندا کا الف جیسے یٰنُوْحُ، یٰعِبَادِ، یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ وغیرہ۔ ع۳ ذٰلِکَ کا الف جس طرح بھی آئے، ع۴ اُولٰٓئِکَ، اُولٰٓئِکُمْ، ع۵ لٰکِنَّ جس طرح بھی آئے، ع۶ شَیْطٰن جس طرح بھی آئے، ع۷ تثنیہ کا الف بحالت رفع کلمہ کے وسط میں ہو جیسے اِمْرَاَتٰنِ، رَجُلٰنِ، (یہاں کے مصاحف میں طٰہٰ ع۳ کا ھٰذٰنِ بشکل یا ھٰذٰنِ بے اصل ہے اور الف تثنیہ آخر کلمہ میں ہر جگہ مرسوم ہوتا ہے جیسے قَالَا، دَعَوَا، وَاسْتَبَقَا وغیرہ۔

دو الف والا تثنیہ ہو تو پہلا مرسوم ہوتا ہے جیسے اَلْوَالِدٰنِ، نَضَّاخَتٰنِ وغیرہ، سوائے لَسٰحِرٰنِ طٰہٰ ع۳، اور سٰحِرٰنِ قصص ع۵ بقرارت ما سوائے کوفی رہ پہلا الف بھی محذوف ہے ع۸ جمع متکلم کا الف جس کے بعد مفعول کی ضمیر متصل ہو جیسے اٰتَیْنٰہُ، اَنْجَیْنٰکُمْ، اَنْشَاْنٰہُنَّ، وغیرہ اور اگر ضمیر متصل نہ ہو تو مرسوم ہوتا ہے جیسے ضَرَبْنَا لَہُ فرقان ع۴ وعُلِّمْنَا نمل ع۲ وغیرہ۔ ع۹ اَللّٰتَ نجم ع۱ ع۱۰ اَلّٰتِیْ۔ ع۱۱ اَلّٰئِیْ، ع۱۲ اسمار اعداد جیسے ثَلٰثَۃ، ثُلٰثَ، ثَلٰثِیْنَ، رُبٰعَ فرقان ع۴، ثَمٰنِیْنَ ثَمٰنِیَ نمل ع۲۔ ع۱۳ آلْئٰنَ اور اَلْئٰنَ ہر جگہ سوائے جن ع۱ کے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ الف بشکل ہمزہ ہو بعد کا الف محذوف ہو۔ ع۱۴ اَیُّہَا تین جگہ ع۱ اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ نور ع۴۔ ع۲ یٰاَیُّہَ السّٰحِرُ زخرف ع۵۔ ع۳ اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ رحمٰن ع۲ بغیر الف ہے ورنہ ہر جگہ بالالف ہے۔ ع۱۵ اٰیٰتُنَا اٰیٰتِہٖ، اٰیٰتِ کے دونوں الف ہر جگہ محذوف ہوتے ہیں۔ سوائے یونس ع۲ و ع۳ کے۔ ع۱۶ اَصْحٰبُ لْئَیْکَۃِ شعراء ع۱، صٓ ع۱ میں لام سے پہلے اور بعد میں الف نہیں ہے۔ اور حجر ع۵ وقٓ ع۱ میں لام سے پہلے اور بعد میں الف ہے۔ (ابوعبید رح) ع۱۷ کثیر الدور اسمار عجمیہ جیسے اِسْمٰعِیْلَ اِبْرٰھِیْمَ، ھٰرُوْنَ، اِسْحٰقَ، عِمْرٰنَ، لُقْمٰنَ، وغیرہ بلا الف ہیں اور قلیل الاستعمال جیسے طَالُوْتَ، جَالُوْتَ، یَاجُوْجَ، مَاجُوْجَ وغیرہ موجود الرسم ہیں۔ سوائے ھَارُوْتَ مَارُوْتَ، بقرہ ع۱۲، ھَامٰنَ، قَارُوْنَ، عَنْکَبُوْتَ، وغیرہ ہیں قلیل ہوتے ہوئے مصاحف مختلف ہیں۔ الف اکثری اور مشہور ہے۔ ھَامٰنَ میں الف بعد المیم بالاتفاق محذوف ہے۔ اِلْیَاسَ اور اِلْیَاسِیْنَ میں بھی الف ثابت ہے۔ ع۱۸ اِسْرَآئِیْلَ میں اختلاف ہے،

یہاں کے مصاحف میں رآ کے بعد الف ہے، دٰاوٗد میں ہر جگہ الف ہے۔ ع۱۹ جمع مذکر و مؤنث جو بکثرت کلام عرب میں آتی ہو (خواہ قرآن میں کم ہی ہو) محذوف الالف ہوتی ہے۔ جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ، اَلصّٰدِقِیْنَ، اللّٰعِنِیْنَ، وغیرہ اَلْمُسْلِمٰتِ، ثَیِّبٰتٍ، ظُلُمٰتٍ، وغیرہ، لیکن اگر اس الف کے بعد ہمزہ یا مشدّد حرف آجائے تو حجازی اور شامی مصاحف میں بلاخلف اور عراقی میں باختلاف الف مرسوم ہوتا ہے جیسے خَآئِفِیْنَ، اَلضَّآلِّیْنَ وغیرہ، لیکن اگر یہی جمع دو الف والی ہو جیسے۔ اَلصّٰلِحٰتِ، اَلسَّیِّئٰتِ، اَلصّٰٓفّٰتِ، وغیرہ تو ہمزہ و تشدید کے باوجود دونوں الف محذوف ہوں گے

## جمع مذکر و مؤنث سالم کے مستثنیات

ع۱ رَوضٰاتِ شوریٰ ع۳، ع۲ طٰاغُوْنَ ذٰریٰت ع۲ وطور ع۲۔ ع۳ سٰاھُوْنَ ذٰریٰت ع۱ ع۴ کٰاتِبِیْنَ انفطار۔ ع۵ اَلزّٰاھِدِیْنَ یوسف ع۲ ع۶ اَلْغٰاوٗنَ شعراء ع۱۱۔ چھیوں کلمات میں الف ہے ع۷ اٰیٰاتُنَا یونس ع۲ ع۸ فِیْ اٰیٰاتِنَا ع۴ ان میں یا کے بعد الف ہے۔ ع۹ سَمٰوٰات فُصِّلَتْ ع۲ واؤ کے بعد الف مرسوم ہے ع۱۰ بَیِّنٰتٍ فاطر ع۵ بقراءت ماسوائے حفص رح حبرٓ قی اور ع۱۱ جِمٰلٰتٌ، مرسلت ع۱ بقراءت ماسوائے حفص رح و اصحابِ ج اس لفظ کے الف اول میں خلف ہے ع۱۲ سَادٰتِنَا احزاب ع۹ بقراءت شامی رح یعقوب رح۔ ع۱۳ بِمَفَازٰتِہِمْ زمر ع۶ بقراءت صحبہ رح ع۱۴ مَکَانٰتِکُمْ بقراءت شعبہ رح انعام ع۱۶ وغیرہ۔ ع۱۲ تا ع۱۴ یہ بھی مذکور قراء کی قراءت کے اعتبار سے ذو الفی مؤنث ہیں لیکن ہمارے یہاں کے مصاحف میں واحد کی قراءت کے اعتبار سے پہلا الف مرسوم ہے۔

ہمزہ متطرفہ منصوب منون اگر بعد الف یا بعد فتحہ ہو تو بعد ہمزہ الف مرسوم نہ ہوگا۔ جیسے مَآءً، مَلْجَأً وغیرہ تاکہ دو الف نہ جمع ہو جائیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو جیسے جُزْءًا سُوْٓءًا وغیرہ تو اصل کے موافق الف مرسوم ہوگا۔

تَرَآءَ میں بعد ہمزہ الف نہیں ہے مگر وقفًا الف رہے گا۔ جَآءَنَا زخرف ع۴ بقراءت مدنیان رح، ابنآن رح، شعبہ رح تَبَوَّاٰ یونس ع۹، ان دونوں میں بھی ایک ہی الف مرسوم ہے

رَاٰ ہر جگہ بغیر یا کے ایک ہی الف سے ہے سوائے دو جگہ کے ع۱ مَارَاٰی، اور ع۲ وَلَقَدْ رَاٰی، نجم ع۱ باتفاق ہمزہ بشکل الف کے بعد یا بھی مرسوم ہوتی ہے۔ ایسے ہی اَلسُّوْاٰی روم ع۱ بھی ہے نَاٰ دونوں بشکل الف اور بغیر یا کے ہے۔

## وہ کلمات جنکے الف لفظاً یا معنی کے باعث ثابت ہیں

ع۱ مِائَةَ، مِائَتَيْنِ، ع۲ لِاِیْلٰفِ بقرات یزید لام اول کے بعد الف بلاخلاف۔ ع۳ اَلرِّبٰوا معرف بالام میں) ع۴ اِنِ امْرُؤٌا نساء ع۲۴ ع۵ لَاتَظْمَؤُا، یَعْبَؤُا، تَفْتَؤُا، یَبْدَؤُا ع۶ اَلضُّعَفٰؤُا معرف بالام اور اس کے مشابہ وہ کلمات جن کے آخر میں ہمزہ بصورت واو ہے۔ ع۷ شَیْءٍ ہر جگہ بغیر الف ہے سوائے کہف ع۴ کے۔ ع۸ فعل کے صیغہ جمع اور واحد کے واو کے بعد الف ہر جگہ مرسوم ہوتا ہے جیسے اٰمَنُوا، کَفَرُوْا، اَوْیَعْفُوَا، تَتْلُوْا، یَدْعُوْا وغیرہ بشرطیکہ اس واو کے بعد نہ تو ضمیر ہو اور نہ نون اعرابی ورنہ مرسوم نہ ہوگا جیسے رَاوَدُوْهُ، مَرَّاُوْهُ۔ کَالُوْهُمْ، اَوْزَنُوْهُمْ وغیرہ ع۹ رفع کی علامت واو کے بعد والا الف بھی مرسوم ہوتا ہے جیسے اُولُوْا مگر ذُوْ کے واو کے بعد جو مفرد مضاف میں رفع کی علامت ہوا کرتا ہے، ع۱۰ بَنُوْا اِسْرَائِیْلَ یونس ع۹ میں واو کے بعد الف مرسوم ہے۔

واو جمع والے الف سے درج ذیل سات کلمات مستثنیٰ ہیں۔ ع۱ جَاءُوْ ہر جگہ، ع۲ بَاءُوْ ع ع۱۱، آل عمران ع۱۲، ع۳ فَاءُوْ بقرہ ع۲۸، ع۴ وَعَتَوْ عُتُوًّا صرف فرقان ع۳، ع۵ سَعَوْ سبا ع۱، ع۶ تَبَوَّؤُ الدَّار حشر ع۱، ع۷ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ نساء ع۱۴۔

درج ذیل کلمات کے الف بھی صرف رسماً ہیں اَفَائِنْ، اَنْ تَبُوْءَا مائدہ ع۵، مِنْ نَّبَاۤئِ انعام ع۴ لَااِلَی اللّٰہ وَمَلَائِهٖ، وَمَلَائِهِمْ، وَلَاَاوْضَعُوْا، ثَمُوْدَا ہود ع۶ فرقان ع۴، عنکبوت ع۴، نجم ع۳، لَاَاذْبَحَنَّهٗ، لَااِلَی الْجَحِیْمِ، اور اِمْرُؤٌا، میں بھی آخری الف صرف رسماً ہوگا۔ اسی طرح وَلَاتَايْئَسُوْا، يَايْئَسُ اور جِايْٓءَ، (حَتّٰی سے امتیاز کے لئے) دو جگہ نون خفیفہ بشکل تنوین مرسوم ہے اور اس کے بعد کے الف کا اثبات ہے وَلَيَكُوْنًا،

یوسف ع۴، لَنَسْفَعًا علق ۱، اور بروایت رُوَیس رح فَاِمَّا نَذْھَبًا زخرف ع۴ اور اِذًا میں بھی الف کا اثبات ہے (اسی طرح لفظ کَاَیِّنْ میں تنوین بشکل نون ساکن مرسوم ہے)

ذوات الیاء کلمات جیسے اَلْمَوْتٰی، اِحْدٰھُمَا وغیرہ میں الف بشکل یاء ہی مرسوم ہوتے ہیں اور اگر اس بدلے ہوئے الف سے پہلے ایک یا اور آجائے تو اسے الف ہی کی صورت میں لکھا جاتا ہے جیسے اَلدُّنْیَا، یُحْیَا، اَحْیَا، وغیرہ سوائے یَحْیٰی کے کہ عَلَم ہو یا فعل بربناء امالہ یاء ہی کی شکل میں مرسوم ہے۔

درج ذیل صرف پانچ کلمات کے دو لاموں میں سے ایک کا حذف متفق علیہ ہے اَلَّذِیْ جس طرح بھی آئے، اَلَّتِیْ، اَلّٰئِیْ، اَلّٰتِیْ، اَلَّیْلِ (اور بقراءت شفاء وَاللَّیْسَعَ)

## یا کے حذف واثبات کا بیان

کلمہ کے آخر سے یا جسے یاء زائدہ کہتے ہیں، ماقبل کے کسرہ پر اکتفاء کر لینے کے باعث اجماعًا محذوف الرسم ہوتی ہے نہ کہ نداء یا حذفِ جازم کے باعث۔

۱ فَارْھَبُوْنِ، ۲ فَاتَّقُوْنِ بقرہ ع ۵، ۳ وَلَا تَکْفُرُوْنِ بقرہ ع ۱۸، ۴ اَلدَّاعِ، ۵ دَعَانِ بقرہ ع ۲۳، ۶ وَاتَّقُوْنِ یٰاُولِی بقرہ ع ۲۵، ۷ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ع ۲، ۸ وَاَطِیْعُوْنِ ع ۵، ۹ وَخَافُوْنِ ع ۱۸، آل عمران میں، ۱۰ یُؤْتِ اللّٰہُ ع ۲۱، ۱۱ وَاخْشَوْنِ ع ۱، ۱۲ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا ع ۷ مائدہ میں، ۱۳ یَقُصِّ الْحَقَّ ع ۷، ۱۴ وَقَدْ ھَدٰىنِ ع ۹ انعام میں۔ ۱۵ ثُمَّ کِیْدُوْنِ، ۱۶ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ع ۲۴ اعراف ۱۷ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ع ۸، ۱۸ نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ع ۱۰ یونس۔ ۱۹ فَلَا تَسْئَلْنِ ع ۴، ۲۰ ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ع ۵، ۲۱ وَلَا تُخْزُوْنِ ع ۷، ۲۲ یَوْمَ یَاْتِ ع ۹ ہود، ۲۳ فَاَرْسِلُوْنِ ع ۶، ۲۴ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ع ۸، ۲۵ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ ع ۸، ۲۶ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ع ۱۱ یوسف، ۲۷ اَلْمُتَعَالِ ع ۲، ۲۸ وَاِلَیْہِ مَتَابِ ع ۴، ۲۹ عِقَابِ ع ۵، ۳۰ وَاِلَیْہِ مَاٰبِ ع ۵ رعد، ۳۱ وَعِیْدِ ع ۳، ۳۲ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ ع ۴،

ع۳۳ وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ع ۶ ابراہیم، ع۳۴ فَلَا تَفْضَحُوْنِ، ع۳۵ وَلَا تُخْزُوْنِ ع ۵ حجر، ع۳۶
فَاتَّقُوْنِ ع ۱، ع۳۷ فَارْهَبُوْنِ ع ۷ نحل، ع۳۸ اَخَّرْتَنِ ع ۷، ع۳۹ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ع ۱۱
بنی اسرائیل، ع۴۰ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ع ۲، ع۴۱ اَنْ یَّهْدِیَنِ ع ۴، ع۴۲ اِنْ تَرَنِ ع ۵، ع۴۳ اَنْ
یُّؤْتِیَنِ ع ۵، ع۴۴ نَبْغِ ع ۹، ع۴۵ عَلٰۤی اَنْ تُعَلِّمَنِ ع ۹ کہف، ع۴۶ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ع ۵ طٰہٰ، ع۴۷
فَاعْبُدُوْنِ ع ۲، ع۴۸ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ع ۳، ع۴۹ وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ع ۶ انبیاء،
ع۵۰ وَالْبَادِ ع ۳، ع۵۱ نَكِيْرِ ع ۶، ع۵۲ لَهَادِ ع ۷ حج، ع۵۳ بِمَا كَذَّبُوْنِ ع ۲ و ۳، ع۵۴ فَاتَّقُوْنِ
ع ۴، ع۵۵ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ع ۶، ع۵۶ ارْجِعُوْنِ ع ۶، ع۵۷ وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ع ۶ مومنون،
ع۵۸ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ع ۲، ع۵۹ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ع ۲، ع۶۰ يَهْدِيْنِ ع ۵، ع۶۱ يَسْقِيْنِ ع ۵،
ع۶۲ يَشْفِيْنِ ع ۵، ع۶۳ يُحْيِيْنِ ع ۵، ع۶۴ تا ع۷۱ وَاَطِيْعُوْنِ ع ۶ تا ع ۱۰، ع۷۲ قَوْمِيْ
كَذَّبُوْنِ ع ۶ شعراء، ع۷۳ وَادِ النَّمْلِ ع ۲، ع۷۴ تَشْهَدُوْنِ ع ۳، ع۷۵ اَتُمِدُّوْنَنِ
ع ۳، ع۷۶ فَمَآ اٰتٰىنِ یَ اللّٰهُ ع ۳ نمل، ع۷۷ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ع ۴، ع۷۸ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ
ع ۴ قصص، ع۷۹ فَاعْبُدُوْنِ ع ۶ عنکبوت، ع۸۰ بِهٰدِ الْعُمْيِ ع ۵ روم، ع۸۱ كَالْجَوَابِ
ع ۲، ع۸۲ نَكِيْرِ ع ۵ سبا، ع۸۳ نَكِيْرِ ع ۳ فاطر، ع۸۴ اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ ع ۲، ع۸۵ وَلَا
يُنْقِذُوْنِ ع ۲، ع۸۶ فَاسْمَعُوْنِ ع ۲ یٰسٓ، ع۸۷ لَتُرْدِيْنِ ع ۲، ع۸۸ سَيَهْدِيْنِ
ع ۳، ع۸۹ صَالِ الْجَحِيْمِ ع ۵ صٰفّٰت، ع۹۰ عَذَابِ ع ۱، ع۹۱ فَحَقَّ عِقَابِ ع ۱ صٓ،
ع۹۲ فَاتَّقُوْنِ ع ۲، ع۹۳ فَبَشِّرْ عِبَادِ ع ۲ زمر، ع۹۴ عِقَابِ ع ۱، ع۹۵ يَوْمَ الطَّلَاقِ ع ۲،
ع۹۶ يَوْمَ التَّنَادِ ع ۴، ع۹۷ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ ع ۵ مومن، ع۹۸ الْجَوَارِ ع ۴ شوریٰ، ع۹۹
سَيَهْدِيْنِ ع ۳، ع۱۰۰ وَاتَّبِعُوْنِ ع ۶، ع۱۰۱ وَاَطِيْعُوْنِ ع ۶ زخرف، ع۱۰۲ اَنْ تَرْجُمُوْنِ
ع ۱، ع۱۰۳ فَاعْتَزِلُوْنِ ع ۱ دخان، ع۱۰۴ فَحَقَّ وَعِيْدِ ع ۱، ع۱۰۵ الْمُنَادِ ع ۳، ع۱۰۶ يَخَافُ
وَعِيْدِ ع ۳ قٓ، ع۱۰۷ لِيَعْبُدُوْنِ ع ۳، ع۱۰۸ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ع ۳، ع۱۰۹ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ
ع ۳ ذٰریٰت، ع۱۱۰ فَمَا تُغْنِ ع ۱، ع۱۱۱ الدَّاعِ ع ۱، ع۱۱۲ اِلَى الدَّاعِ ع ۱ قمر، ع۱۱۳ تا ع۱۱۸ وَ

سُنُذُرِ ع ادع ۲، قمر، ع۱۱۹ اَلْجَوَارِ ع الرحمٰن، ع۱۲۰ نَذِیْرِ ع ۲، ع۱۲۱ نَکِیْرِ ع ۲ ملک، ع۱۲۲ وَاَطِیْعُوْنِ ع انوح، ع۱۲۳ فَکِیْدُوْنِ ع امرسلٰت، ع۱۲۴ اَلْجَوَارِ تکویر، ع۱۲۵ یَسْرِ ع۱۲۶ بِالْوَادِ، ع۱۲۷ اَکْرَمَنِ، ع۱۲۸ اَھَانَنِ فجر، ع۱۲۹ وَلِیَ دِیْنِ کٰفِرُوْنَ۔

مذکورہ ایک سو انتیس ۱۲۹ یاآت محذوفات حسب شمار ابن الانباری رہ ہیں، بقول علامہ دانیؒ پانچ ۵ اجماعی یاآت موصوف سے چھوٹ گئیں وہ یہ ہیں۔ ع۱ ۱۳۰ بِالْوَادِ طٰہٰ ع۱، ع۲ ۱۳۱ اَلْوَادِ قصص ع۴، ع۳ ۱۳۲ بِالْوَادِ نٰزعٰت ع۱، ع۴ ۱۳۳ سَیَہْدِیْنِ شعراء ع۴، ع۵ ۱۳۴ یُنَادِ قٓ ع۳، اور بقراءت یعقوبؒ ع۳۷ ۱۳۵ وَمَنْ یُّؤْتِ الْحِکْمَۃَ بقرہ ع۲۷ بھی۔

**وہ یاآت زوائد جو صرف رسماً ہوتی ہیں قراءۃً نہیں ہوتیں** ع۱ وع۲ اَفَائِنْ ال عمران ع۱۵ وانبیاء ع۳، اس کا بھی امکان ہے کہ الف زائد اور ہمزہ بصورت یاء ہو (نشر) ع۲ مِنْ نَّبَاِیْ الْمُرْسَلِیْنَ انعام ع۴ (اس میں بھی اَفَائِنْ جیسا امکان ہے اس کی نظیر نَبَؤُا ہے یہ بالاتفاق بصورت واو ہے ہمزہ مکسورہ کو اس پر محمول کرنا اصح ہے ع۴ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ یونس ع۲، ع۵ وَاِیْتَائِ نحل ع۱۳، ع۶ وَمِنْ اٰنَآئِ طٰہٰ ع۸، ع۷ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ شوریٰ ع۵، ع۸ بِاَیْدٍ ذٰریٰت ع۳، ع۹ بِاَیِّکُمُ قلم ع۱، ان دو موخر الذکر میں بھی رسم مِائَۃٌ کے) مذکورہ بالا کلمہ ع۱ والا امکان ہے۔

غازی ابن قیس رہ دو ۲ کا اضافہ کیا ہے، ع۱ بِلِقَآئِ رَبِّہِمْ، اور ع۲ وَلِقَآئِ الْاٰخِرَۃِ

**وہ یاآت جو اختصاراً محذوف ہیں، یا اور کسی وجہ سے ثابت ہیں** ع۱ دو یاآت میں سے اگر ایک جمع کی علامت ہو تو ایک محذوف ہوتی جیسے النَّبِیّٖنَ وغیرہ مگر عِلِّیِّیْنَ سورۃ تطفیف میں دونوں ثابت ہیں۔

ع۲ جو ہمزہ قاعدے میں بصورت یاء مرسوم ہو اگر اس کے بعد ایک یاء اور آجائے تو ہمزہ والی یاء محذوف ہوگی جیسے مُتَّکِئِیْنَ، خٰسِئِیْنَ وغیرہ (وَرِءْیًا مریم ع۵ میں بھی یاء مرسوم نہیں ہے بَئِیْسٍ، یَئِسَ، اور یَئْسُوْا یہاں کے مصاحف میں اس قاعدے کے خلاف ہیں) اور یاء ثانی کے بعد ضمیر متصل آجانے کی صورت میں باجماع دونوں یاآت مرسوم ہوتی ہیں جیسے اَفَعَیِیْنَا یُحْیِیْکُمْ، یُحْیِیْنِیْ وغیرہ۔

# واو کے حذف و اثبات کا بیان

وہ کلمات جن میں ماقبل کی حرکت ضمہ پر اکتفا کرتے ہوئے واو محذوف الرسم ہے۔

وہ چار افعال جن کے آخر سے واو اجماعًا محذوف ہیں۔ ع۱ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ اسراء ع۲، ع۲ يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ شوریٰ ع۳، ع۳ يَدْعُ الدَّاعِ قمر ع۱، ع۴ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ علق، وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ (تحریم ع۱) اصل صَالِحُوْا بالجمع مانیں جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے)

درج ذیل چار صورتوں میں ایک ہی واو مرسوم ہوگا۔ ع۱ جس کلمہ میں دو واو ہوں اور دونوں بناء کے لئے ہوں جیسے دَاوٗدَ، وُرِيَ یا ع۲ انمیں ایک بنائی ہو اور دوسرا بصورتِ ہمزہ ہو جیسے تُـٔوِي (پہلا بصورت ہمزہ ہے اور دوسرا بنائی ہے) یا ع۳ واو جمع کے لئے ہو جیسے يَلْوٗنَ، الْغَاوٗنَ، پہلا اصلی اور دوسرا جمع کا ہے۔ یا ع۴ تین واو ہوں جیسے اَلْمَوْءٗدَةُ اس میں پہلا اصلی، دوسرا بصورت ہمزہ اور تیسرا بنائی (مفعول کی علامت) ہے۔ لِيَسُوْٓءٗا اس میں پہلا بنائی واصلی، دوسرا بصورتِ ہمزہ اور تیسرا جمع کا ہے۔

**واو زائدہ کا بیان** چار کلمات میں الف بصورت واو تمام مصاحف میں مرسوم ہے۔ ع۱ الصَّلٰوةُ، ع۲ الزَّكٰوةُ ع۳ الْحَيٰوةُ معرفہ ہو یا نکرہ) بشرطیکہ مضاف نہ ہو، ع۴ الرِّبٰوا، اگر صَلٰوة مضاف ہو ضمیر کی طرف جیسے بِصَلَاتِكَ، عَلٰى صَلَاتِهِمْ، وغیرہ تو بغیر واو کے صرف الف کے ساتھ آتا ہے۔ تین جگہوں پر ع۱ اِنَّ صَلٰوتَكَ توبہ ع۱۳، ع۲ اَصَلٰوتُكَ ہود ع۸ (دونوں ماسوائے حفص رہ و اصحاب کی قرارت بالجمع صَلٰوتُكَ ہے۔) ع۳ صَلٰوتِهِمْ مؤمنین ع۱ (و اصحاب کی قرارت بغیر واو کے واحد ہے) مصاحف عراقی میں بالواو ہے اور فی زمانا اسی پر عمل ہے۔ حَيَاتُنَا ہر جگہ، حَيَاتِكُمُ احقاف ع۲، لِحَيَاتِيْ فجر، بغیر واو بشکل الف ہے، اور بعض عراقی مصاحف میں بغیر الف اور بغیر واو ہے۔ روم ع۴ والے مِنْ رِّبًا میں اختلاف ہے، فی زمانا عمل الف پر ہے بِالْغَدٰوةِ انعام وکہف بالاتفاق بالواو ہے

اور جن کلمات میں واؤ متفرق طور پر زائد ہے یہ ہیں ع۱ و ع۲ سَاُورِیْکُمْ اعراف ع ۱۱، انبیاء ع ۳، اس میں واؤ بعد الہمزہ اکثری ہے ع۳ و ع۴ وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ طٰہٰ ع ۳ و شوریٰ ع ۳ اختلافی ہے البتہ اعراف ع ۱۴ میں بالاتفاق واؤ نہیں ہے اسی طرح دس کلمات اور ہیں جن میں واؤ زائد ہے کَمِشْکوٰۃٍ، الرِّبٰوا، اَلنَّجوٰۃِ منٰوۃ، اُولٰٓئِکَ، ھُمْ، اُولَآءِ، اُولٰٓئِکُمْ، اُولِیْ، اُولُوْا، اُولَاتْ،

محقق جزری رح کے نزدیک ان دونوں کلمات میں (چاروں جگہ) مختار یہ ہے کہ الف زائد اور ہمزہ بصورت واؤ ہے مثل لاذبحنّہٗ کے مرادِ وصل کی بناء پر ہمزہ بشکل واؤ مرسوم ہے، اس میں تسہیل بین الہمزہ والواؤ ہوگی۔

نَبَؤُا، (بضم الہمزہ) ابراہیم ع ۲، صٓ ع ۵، تغابن ع ۱، (ماسوائے توبہ ع ۹ کے) بشکل واؤ ہی ہے، صٓ ع ۲، والے میں عملاً واؤ ہی ہے۔ تَفْتَؤُا یوسف ع ۱۰، یَتَفَیَّؤُا نحل ع ۶، اَتَوَکَّؤُا طٰہٰ ع ۱، لَاتَظْمَؤُا طٰہٰ ع ۶، وَیَدْرَؤُا نور ع ۱، یَعْبَؤُا فرقان ع ۶ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ہر جگہ یُنَشَّؤُا زخرف ع ۲، یُنَبَّؤُا قیامہ ع ۱ یہ سب واؤ مع الف کے مرسوم ہیں مؤخر الذکر دونوں الفاظ کو رائیہ میں بالخلف لکھا ہے یعنی کوفی میں واؤ مع الف اور مدنی شامی مصاحف میں صرف الف سے بیان کیا ہے یہ زیادات رائیہ میں سے ہے) اَلْمَلَؤُا مؤمنون ع ۲، نمل ع ۲ و ع ۳، جَزٰٓؤُا مائدہ ع ۵ کے دونوں حشر ع ۲، زمر ع ۴ (زمر کا بالخلف ہے) شوریٰ ع ۴، کہف ع ۱۱، بقرات ماسوائے صحب رح ویعقوب رح عراقی مصاحف میں) طٰہٰ ع ۳ نیز شُرَکٰٓؤُا انعام ع ۱۱، شوریٰ ع ۳ اور اَنْبٰٓؤُا شوریٰ انعام شعراء ع ۱، ان سب میں واؤ مع الف کے ہے، اَنْبٰٓؤُا میں نشر و اتحاف کا خلف بیان کرنا خلافِ عمل ہے۔

بقول ابو عمرو رح مصاحفِ عراقی میں عُلَمٰٓؤُا شعراء ع ۱۱، فاطر ع ۴ بھی اسی طرح ہے۔ اَلضُّعَفٰٓؤُا ابراہیم ع ۳، مؤمن ع ۵، نَشٰٓؤُا ہود ع ۸، دُعٰٓؤُا مؤمن ع ۵، شُفَعٰٓؤُا روم ع ۲، اَلْبَلٰٓؤُا (معرفہ ونکرہ) صٰٓفّٰت ع ۳، دخان ع ۲، یہ سب کلمات بھی واؤ مع الف ہیں۔

اَنْبٰٓؤُا مائدہ ع ۳ کو رائیہ نے بالخلف بتایا ہے، ہمارے مصاحف میں واؤ مع الف ہی ہے

نشر و اتحاف سے پتہ چلتا ہے کہ اِس کا ہمزہ بے صورت ہی ہے) بُرَءٰٓؤُا ممتحنہ ع ۱ واو مع الف ہے، اَؤُنَبِّئُكُمْ ال عمران ع ۲ میں ہمزہ کے بعد صرف واو زائد ہے، اس کے ہم شکلوں ءَ اُنْزِلَ، ءَ اُلْقِيَ میں واو کہیں مرسوم نہیں ہے۔

جن اسماء و افعال کے آخری واو الف سے بدل گئے ہوں ان کی رسم بالاتفاق بالالف ہی ہوگی، جیسے اَلصَّفَا، سَنَا، شَفَا، دَعَا، بَدَا، اَنْجَا وغیرہ، مگر درج ذیل گیارہ کلمات بصورتِ یا مرسوم ہیں، ۱ و ۲ ضُحًى اعراف ع ۱۲، طٰہٰ ع ۳، ۳ زَكٰى نور ع ۳، ۴ ضُحٰهَا دونوں، ۵ دَحٰهَا نٰزعٰت، ۶ ضُحٰهَا، ۷ تَلٰهَا، ۸ طَحٰهَا شمس، ۹ اَلْقُوٰى نجم ع ۱، ۱۰ اَلضُّحٰى، ۱۱ سَجٰى

* * *

# ہمزہ کے اصول و احکام

ہمزہ کی دو قسمیں ہیں، ۱ ساکنہ، ۲ متحرکہ۔ ہمزہ ساکنہ وسط و آخر ہی میں آتا ہے۔

ہمزہ ساکنہ اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق مرسوم ہوتا ہے، ماقبل فتحہ ہو تو بصورتِ الف آتا ہے جیسے اَلْبَاْسِ وغیرہ۔ لیکن فَادّٰرَءْتُمْ بقرہ ع۹ اور اکثر مصاحف میں اِمْتَلَئْتِ قٓ ع۳ بے صورت ہے۔

اگر ماقبل کسرہ ہو تو بصورتِ یا آتا ہے جیسے جِئْتِ وغیرہ، مگر اَرْجِئْهِ بقراتِ نفر ویعقوب رح (بطریقِ طیبہ شعبہ رح) کی وجہ ثانی اور وَرِءْيًا مریم ع۵ ان میں بر بنا شمول و تماثل بے صورت ہے، مدنی مصاحف (از روئے ہجار السنۃ غازی بن قیس رح) اور شامی مصاحف (وسیلہ سخاوی رح)، وَهَيِّئْ اور يُهَيِّئْ اور بقراءتِ حمزہ اَلسَّيِّئُ (فاطر ع) میں ہمزہ الف کی صورت میں ہے، اور دانی رح و شاطبی رح کی رائے پر یہ تینوں کلمات دو یاؤں سے ہیں، چونکہ ان کی صورت میں فرق و اختلاف ہے اس لئے دو یاؤں کا کل کرلیا گیا ہے۔ (نثر المرجان) ان میں ایک یا ہمزہ کی صورت کے لئے ہے۔

اور اگر ماقبل ضمہ ہو تو ہمزہ بصورت واو مرسوم ہوتا ہے جیسے اَلْمُؤْمِنُوْنَ وغیرہ البتہ تُـْٔوِيْ وَتُـْٔوِيْهِ میں بر بنا شمول و تماثل اور اَلرُّءْيَا جس طرح بھی آئے اس میں بر بنا شمول بے صورت ہے۔

درج ذیل کلمات میں تخفیفاً ہمزہ بے صورت ہے، واو رسماً محذوف ہے ۱ اَلرُّءْيَا، رُءْيَاكَ، رُءْيَايَ، تُـْٔوِيْ، تُـْٔوِيْهِ۔

**ہمزہ متحرکہ** ہمزہ متحرکہ ابتدا، وسط اور آخر ہر جگہ آسکتا ہے۔

**ہمزہ مبتدئہ** ہمزہ مبتدئہ بصورتِ الف مرسوم ہوتا ہے، جیسے اَمَرَ، اِسْحٰقَ، اُنْزِلَ، وغیرہ، ایسے ہمزہ سے پہلے زائد حرف کے آجانے پر بھی بشکل الف ہی مرسوم ہوتا ہے،

جیسے لَبِاْمَامٍ، سَاُنْزِلُ، سَاُصْرِفُ وغیرہ۔ مگر بعض مواقع میں اس حرف زائد کو بمنزلہ اصلی سمجھ کر ہمزہ میں متوسط ہمزہ کے احکام بھی جاری کر دیا جاتا ہے جیسے ھُؤُآءِ، یَبْنَؤُمَّ، اَؤُنَبِّئُکُمْ آل عمران ع۲ میں بصورت واو اور ـــ اَئِنَّکُمْ انعام ع۲، نحل ع۲، عنکبوت ع۳، فصلت ع۲، اَئِنَّا نحل ع۶، صٰفّٰت ع۱، اَئِنَّ لَنَا شعراء ع۳، اَئِذَا واقعہ ع۲، اَئِنْ ذُکِّرْتُمْ یٰسٓ ع۲، اَئِفْکًا صٰفّٰت ع۳، اَئِمَّۃً پانچ جگہ، لِئَلَّا، لَئِنْ، یَوْمَئِذٍ، حِیْنَئِذٍ بصورتِ یا آئیں۔

اَفَائِنْ آل عمران ع۱۵، انبیاء ع۳، بِاَئِیْدٍ ذٰریٰت ع۳، اور بِاَئیِّکُمُ قلم ع۱ انمیں ہمزہ بصورت یا ہے اُس قول پر کہ ان میں الف زائد ہے۔ اسی طرح سَاُورِیْکُمْ انبیاء ع۳ اور وَلَاُوْصَلِّبَنَّکُمْ طٰہٰ و شعراء ع۳، ہمزہ بشکل واو ہے اس قول پر کہ الف زائد ہے۔

بِاَیْیِّدٍ اور بِاٰیٰتٍ میں بعض ناقلین کی روایت پر بعض مصاحف عراقی اور وسیلہ کے اعتبار سے عراقی و شامی مصاحف میں الف کے بعد دو یا ہیں۔

اَصْحٰبُ لْئَیْکَۃِ شعراء ع۱۰ وصٓ ع۱، میں لام سے پہلے کا ہمزۂ وصلی اور اس کے بعد کا قطعی دونوں بربناء شمول محذوف ہیں۔

اَلْئٰنَ میں (ماسوائے جنّ) ہر جگہ ہمزۂ مبتدئہ کو متوسط قرار دیتے ہوئے حذف کر دیا ہے

**ہمزہ متحرکہ متوسطہ ماقبل متحرک** ہمزہ ۱ مفتوحہ ماقبل مفتوح، ہمزہ ۲ مکسورہ ماقبل مفتوح یا ماقبل مضموم، ہمزہ ۳ مضمومہ ماقبل مفتوح ان چاروں صورتوں میں ہمزہ خود اپنی حرکت کے موافق مرسوم ہوتا ہے۔ ۱ جیسے سَاَلَ وغیرہ لیکن اَلْمُنْشَئٰتُ رحمٰن ع۱، بصورتِ یا ہے۔ شعبہ وحمزہ قرارت کی قرارت بکسر الشین ہے۔ اور وَرِئْیًا میں بقراءت ابوجعفرؒ دونوں جگہ بے صورت ہے لَاَمْلَئَنَّ، وَاطْمَاَنُّوْا، اِشْمَاَزَّتْ، اکثر مصاحف عراقی میں بے صورت اور بعض میں بصورتِ الف ہے۔ اَرَءَیْتَ اور اس جیسے کلمات جس صیغے سے آئیں ہر جگہ ہمزۂ ثانیہ بعض مصاحف میں بے صورت اور بعض میں بصورتِ الف ہے۔ بُرَءٰٓؤُا میں ہمزۂ اولیٰ بے صورت ہی ہے اسی طرح ہمزۂ مفتوحہ قبل الالف بھی بے صورت ہے جیسے مَاٰرِبُ وغیرہ۔

دوسری اور تیسری صورت میں ہمزہ بصورت یا رہوتا ہے جیسے مُطْمَئِنٌّ، سُئِلَ وغیرہ۔ چوتھی صورت میں ہمزہ بصورت واؤ ہوتا ہے، جیسے یَذْرَؤُکُمْ وغیرہ مگر یَطَؤُنَ جیسے کلمات میں تماثل کے باعث بے صورت ہے۔

ہمزۂ متوسط مفتوحہ بعد الکسر والضم، اسی طرح ہمزۂ مضمومہ بعد الکسر اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق مرسوم ہوتا ہے، جیسے بِالْخَاطِئَةِ، مِائَةٌ وغیرہ (مِائَةٌ میں الف زائد ہے) مگر سَیِّاٰتِکُمْ، اور سَیِّاٰتِہِمْ میں۔

ہمزۂ مفتوحہ بعد الضم جیسے اَلْفُؤَادُ، لُؤْلُؤًا (ہمزۂ ثانیہ) وغیرہ۔ بصورتِ واؤ ہوتا ہے ہمزۂ مضمومہ بعد الکسر بصورتِ یا، ہوتا ہے جیسے یُنَبِّئُکَ، سَنُقْرِئُکَ وغیرہ مگر اَنْبِئُوْنِیْ۔ جیسی مثالوں میں بے صورت ہے۔

**ہمزۂ متحرکہ متوسطہ بعدِ ساکن** ہمزۂ متحرک بعد ساکن بے صورت مرسوم ہوتا ہے جیسے اَلْمَشْئَمَةِ، تُسْئَلُ وغیرہ (متطرفہ بعد ساکن بھی محذوف الرسم ہوتا ہے جیسے سُوْءٍ، دِفْءٌ وغیرہ مگر هُزُؤًا (بقراءتِ فتی رح) اور کُفُؤًا بقراءتِ فتی رح ویعقوب رح) میں واو اور اَلنَّشْاَۃَ میں بالاتفاق اور یَسْاَلُوْنَ احزاب، شَطْاَہٗ فتح میں بالخلف بصورتِ الف ہے (ان کلمات ثلثہ میں بالترتیب خبر رح، رویس رح، مکی رح، اور ابن ذکوان رح کی قراءت وروایت کی رعایت بھی ہے) اور مَوْئِلًا کہف ، اَفْئِدَۃً (ابراہیم ، وغیرہ) میں یہاں کے مصاحف میں بصورتِ یا ہے (رائیہ میں اسے نادر کہا ہے) اور بروایت ہشام رح ہمزہ حسب قاعدہ بے صورت ہے اور یا ملفظ کی ہے) شَنَاٰنُ مائدہ و (بقراءتِ شامی، شعبہ، یزید) بصورتِ الف ہے (مگر صاحب نشر کی رائے یہ ہے کہ اس قراءت پر ہمزہ حسبِ قاعدہ بے صورت ہی ہے، اور بنا را ور تلفظ کا ہے) لِیَسُوْٓءَا بنصب الہمزہ بقراءت شفا، شامی، شعبہ، ہمزہ خلاف قیاس بصورتِ الف ہے، اور لِیَسُوْٓءُا ان حضراتِ مذکورین کے ماسوا کی قراءت پر ہمزہ موافق قیاس بے صورت اور الف زائد ہے۔

اَلسُّوْٓاٰی میں اسی طرح اَنْ تَبُوْٓاَ، لَتَنُوْٓاُ، (دانی رح وشاطبی رح کی رائے پر) بصورت

الف ہیں، لیکن اگر (تَفْتَؤُا کی طرح) الف کو زائد مان لیا جائے تو ان تینوں کے ہمزے حسب قیاس بے صورت ہوں گے ماسوائے یوسف ۱ع و زخرف ۱ع کے قُرْاٰن نکرہ و معرفہ ۶۸ جگہ) بہ صورت الف ہے (صاحب نشر کی رائے یہ ہے کہ ان اڑسٹھ ۶۸ مقامات پر بھی ہمزہ موافق اصل بے صورت ہی ہے اور الف تلفظی ہے پس اس کی رسم اس طرح قرءان ہونی چاہیئے)

ہمزۂ مفتوحہ کے بعد الف مکسورہ کے بعد یا، مضمومہ کے بعد واو ساکنہ آئیں تو بایں صورت ہمزہ بے صورت ہوتا ہے جیسے شَنَاٰنُ (بقرارت ماسوائے شامی شعبہ یزید) اَلْخٰطِئِیْنَ یَؤُوْدُہٗ، مُسْتَہْزِءُوْنَ، لِیُطْفِؤُا وغیرہ (مگر بَئِیْسٍ میں خلاف قاعدہ بصورت یا ہے)

ہمزۂ مفتوحہ بعد الف بے صورت مرسوم ہوتا ہے جیسے جَآءَ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وغیرہ۔

ہمزۂ متوسطہ مکسورہ و مضمومہ بعد الف خود اپنی حرکت کے مطابق مرسوم ہوتا ہے جیسے اٰبَآئِھِمْ، نِسَآؤُکُمْ، خَآئِبِیْنَ ھٰۤؤُلَآءِ وغیرہ مگر اِسْرَآءِیْلَ اَلّٰٓئِیْ، یَشَآءُوْنَ وغیرہ جنہیں بعد ہمزہ یا، واو مدہ ہیں بے صورت ہے اَوْلِیٰٓـؤُھُمْ بقرہ ۳۴ع، انعام ۱۴ع، احزاب ۱ع فصلت ۳ع ان چاروں میں ہمزہ مصاحف عراقی میں بے صورت ہے مگر یہاں کے مصاحف میں فصلت والا موافق قیاس بصورت واو ہے، جَزَآؤُہٗ، یوسف ۹ع کے تینوں حسب ارشاد نافع بصورت واو ہیں، (نافع کی سند صحیح اور موافق قیاس ہے دانی)

**ھمزۂ متطرفہ** کلمہ کا آخری ہمزہ بعد حرکت ہو تو ہر جگہ اپنے سے پہلے حرف کی حرکت کے مطابق مرسوم ہوتا ہے جیسے بَدَاَ، اُسْتُھْزِئَ، اَللُّؤْلُؤُ اِنِ امْرُؤٌ وغیرہ، مِنْ نَّبَاِئ انعام ۴ع میں بصورت الف اور خلاف

قیاس بصورتِ یا، بھی ہے اور الف زائد ہے۔

**ہمزہ کی صورت موقعِ استفہام میں** موقعِ استفہام میں ایک سے زائد الف ہوں تو ایک ہی الف مرسوم ہوگا۔ اور استفہامی ہمزہ عین کے سرے (عین تبری) کی صورت میں ہوگا۔ ورنہ ایک ہی طرح کی کئی شکلیں جمع ہوجائیں گی۔ دو الفی جیسے ءَاَنْذَرْتَهُمْ وغیرہ۔ اسی طرح ہمزہ مفتوحہ جب الف پر داخل ہو خواہ وہ الف مبدّل من الہمزہ ہو یا زائدہ۔ اس میں بھی ایک ہی الف مرسوم ہوگا جیسے اٰمَنُوْا، اٰدَمُ وغیرہ۔ تین الفی بروایت حفصؒ صرف ءَاٰلِهَتُنَا زخرف ع۶، اور ماسوائے حفصؒ و رویسؒ و اصبہانیؒ اعراف ع۱۴ و شوریٰ ع۳، اور ان کے اور قنبل کے ماسوا کے لئے ءَاٰمَنْتُمْ طٰہٰ ع۳۔

لَاَمْلَئَنَّ ہر جگہ اکثر مصاحفِ مدنی و عراقی میں ہمزہ محذوف ہے۔ وَاطْمَاَنُّوْا یونس ع۱، اِشْمَاَزَّتْ زمر ع۵، موجودہ مصاحف میں ہمزہ بالالف ہے۔ اور هَلِ امْتَلَئْتِ بعض میں بے الف بشکل یا ہے (جو بے اصل ہے) اور بعض میں بالالف ہے اسی طرح اِطْمَاْنَنْتُمْ میں ہمزہ تمام مصاحف میں بالالف ہے فَادّٰرَءْتُمْ میں بعدِ را ہمزہ بے صورت بشکل عین تبری ہے۔

ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یوسف ع۱۰، ءَاِلٰهٌ نمل ع۵، ءَاِنَّكَ، ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ صٰفّٰت ع۲، ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ نٰزعٰت ع۱۔ یہ سب کلمات میں ہمزہ بغیر یا کے ہے۔ (دانیؒ)

**ہمزۂ وصلی** ہمزۂ وصلیہ جیسے وَافْعَلُوْا وغیرہ کے اثبات میں اختلاف نہیں ہے، لیکن کثرتِ استعمال کے باعث پانچ صورتوں میں بالاتفاق محذوف الرسم ہے۔

۱؎ ہر سورت کی ابتدا کی بِسْمِ اللّٰهِ، و نمل ع۲ و ہود ع۴ میں۔

۲؎ ہمزۂ وصلی مکسور، بعد ہمزۂ قطعی استفہامی کے ہو تو وصلی محذوف ہوتا ہے، جیسے اَفْتَرٰى اَسْتَكْبَرْتَ، وغیرہ اور اصل ءَاِفْتَرٰى اور ءَاِسْتَكْبَرْتَ تھا) اور اگر ہمزۂ وصلیہ مفتوح ہو جیسے آٰلذّٰكَرَيْنِ وغیرہ تو بعض علماء کی رائے پر پہلا الف رسماً محذوف ہوگا۔ اور ہمزہ

وصلیہ بصورتِ الف مرسوم ہوگا یعنی ءَآلذَّکَرَینِ بعض کہتے ہیں کہ دوسرا الف محذوف ہوگا اور ہمزۂ استفہام بصورتِ الف ثابت رہے گا یعنی ءٰالذَّکَرَیْنِ۔ علامہ دانی رح کے نزدیک یہی اولیٰ ہے کیونکہ دوسرا الف زائد ہے (والزّائد اولیٰ بالحذف) جس کا حذف مناسب ہے۔

۳ ہمزۂ وصلی جو ساکن ہمزہ سے پہلے ہو اور اس وصلی سے پہلے واؤ یا ف ہو تو محذوف ہوگا جیسے وَأْتُوْ، فَأْتُوْ وغیرہ اور اگر اس کے علاوہ ثُمَّ یا اور کوئی کلمہ ہو جس پر وقف ممکن ہو تو ہمزۂ وصلیہ ثابت الرسم رہتا ہے جیسے ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا، فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ وغیرہ۔ ماسوائے یَرُدُّمًا اِئْتُوْنِیْ بروایت شعبہ اور قَالَ ائْتُوْنِیْ (دونوں کہف ع ۱۱) بقرارت حمزہ رح بروایت شعبہ بالخلف ہمزۂ وصلی بطور شمول محذوف ہے۔

۴ اَلسُّؤَالُ کے امرِ حاضر پر واؤ یا فا داخل ہو تو بھی ہمزۂ وصلی محذوف ہوتا ہے جیسے وَسْئَلْ، فَسْئَلُوْا وغیرہ اور واؤ اور فا نہ ہونے کی صورت میں سین کے متحرک ہونے کے باعث ہمزۂ وصلی کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

۵ لامِ تعریف پر لامِ تاکید داخل ہو جیسے لِلّٰہِ، للذی وغیرہ وَلَلدَّارُ انعام ع ۴ بقرارت ماسوائے شامی، بایں صورت لامِ تعریف سے پہلے کا الف مرسوم نہیں ہوتا اسی طرح لَتَّخَذْتَ کہف وغیرہ ع ۱۰) کا ہمزۂ وصلی بطور شمول محذوف ہے۔

لفظ ابن صفت واقع ہو یا خبر، قرآن میں بالاتفاق اس کا الف ثابت رہتا ہے۔ جیسے عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ، عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ وغیرہ۔

## تائے تانیث جو تائے دراز کی صورت میں مرسوم ہے

۱۔ لفظ رَحْمَتُ : سات جگہ بقرہ ع۲۷، اعراف ع۷، ہود ع۷، مریم ع۱، روم ع۵، زخرف ع۳۔

۲۔ لفظ نِعْمَتِ : گیارہ جگہ۔ بقرہ ع۲۹، آل عمران ع۱۱، مائدہ ع۲، ابراہیم ع۵ میں دونوں، نحل ع۱۰، ع۱۱، ع۱۵ کے تینوں، لقمٰن ع۳، فاطر ع۱، طور ع۲۔

۳۔ اِمْرَاَتُ : سات جگہ۔ آل عمران ع۴، یوسف ۲ جگہ ع۴ و ع۷، قصص ع۱، تحریم ع۲ میں ۳ جگہ۔

۴۔ سُنَّتُ : پانچ جگہ۔ انفال ع۵، فاطر ع۵ کے تینوں، مومن ع۹۔

۵۔ فِی الْغُرُفٰتِ : سورۂ سبا ع۵ بقراءتِ حمزہؒ واحد۔

۶۔ غَیٰبَتِ : یوسف ع۲ کے دونوں۔ ماسوائے نافع مدنیؒ واحد۔

۷۔ مَرْضَات : ہر جگہ۔

۸۔ شَجَرَتَ : دخان ع۳ ایک جگہ۔

۹۔ ثَمَرٰتٍ : فصلت ع۶ ماسوائے عمؓ و حفص کی قراءت۔

۱۰۔ جِمٰلَتٌ : مرسلت ع۱ ایک جگہ۔ حفص کسائی خلف بزار کی قراءت۔

مندرجہ بالا دس کلمات حسب ارشاد محمد ابن قاسم نحویؒ ہیں۔ اور ابو عمروؒ فرماتے ہیں کہ درج ذیل چار۴ کلمات بھی بتاءِ دراز مرسوم ہیں۔

۱/۱۱ کَلِمَتُ : پانچ جگہ۔ انعام ع۱۴، اعراف ع۱۶، یونس ع۴ و ع۱۰، مومن ع۱۔ ۲/۱۲ بَیِّنَتٍ : فاطر ع۵ ایک جگہ۔ ۳/۱۳ جَنَّتُ : واقعہ ع۳ میں۔ ۴/۱۴ اِبْنَتَ : ایک جگہ تحریم ع۲۔

اور ابن انباریؒ کے قول کے مطابق دس۱۰ کلمات اور بھی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱/۱۵ لَعْنَتَ : دو جگہ۔ آل عمران ع۶، نور ع۱۔ ۲/۱۶ بَقِیَّتُ : ایک جگہ ہود ع۸ میں۔ ۳/۱۷ آیٰتٌ : یوسف ع۲ بقراءتِ مکیؒ۔ اور عنکبوت ع۵ بقراءت مکیؒ، صحبہؒ۔ ۴/۱۸ قُرَّتُ : ایک جگہ قصص ع۱۔ ۵/۱۹ فِطْرَتَ : ایک جگہ روم ع۴ میں۔ ۶/۲۰ اَللّٰتَ : نجم ع۱۔ ۷/۲۱ وَلَاتَ : ص ع۱ میں۔

۸/۲۲ ہَیہَات: دونوں مؤمنون ع۲ ۹/۲۳ ذَات: ہر جگہ ۱/۲۴ یاَبَت: ہر جگہ ۱۱/۲۵ وَمَعصیَت: مجادلہ ع۲ میں دو جگہ

# مَقطُوع اور مَوصُول کلمَات

۱۔ اَن۔ لَا: بقول ابن انباریؒ اَلَّا ہر جگہ موصول ہے، بغیر نون کے ہے، صرف دس جگہ نون کیساتھ مقطوع ہے۔ وہ یہ ہیں ۱ و ۲ اعراف ع۱۳، ع۲۱۔ ۳ توبہ ع۱۴۔ ۴ و ۵ ہود ع۲ و ع۳۔ ۶ حج ع۴ ۷ یٰسٓ ع۴۔ ۸ دخان ع۱۔ ۹ ممتحنہ ع۲۔ ۱۰ نٓ ع۱ (اور انبیاء ع۶ میں بالخلف ہے، فی زمانہ مقطوع ہی ہے)۔

۲۔ اِنَّ۔ مَا: ابوعمروؒ فرماتے ہیں کہ اِنَّمَا انعام ع۱۶ میں بالاجماع اور نحل ع۱۳ میں بالخلف مقطوع ہے، باقی ہر جگہ یہ موصول ہے، مگر موجودہ مصاحف میں یہ نحل والا بھی موصول ہی ہے۔

۳۔ اَنَّ۔ مَا: محمد ابن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو جگہ حج ع۸، اور لقمٰن ع۳ میں جو یَدۡعُوۡنَ کے ساتھ ہے بالاجماع مقطوع ہے، ابوعمروؒ فرماتے ہیں کہ اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ انفال ع۵ میں بالخلف ہے، (مگر موجودہ مصاحف میں موصول ہے) اور باقی ہر جگہ اَنَّ اور مَا بالاتفاق موصول ہے۔

۴۔ اِنَّ۔ مَا: ابوحفص الفرازؒ فرماتے ہیں کہ اِنَّ مَّا صرف ایک جگہ رعد ع۶ میں مقطوع اور باقی ہر جگہ موصول یعنی اِمَّا ہے۔ ۵۔ اَمۡ۔ مَا: یہ ہر جگہ موصول ہی ہے۔ ۶۔ اَیۡنَ۔ مَا: یہ دو جگہ بقرہ ع۱۴ ونحل ع۱۰ میں بالاجماع موصول ہے اور تین جگہ نساء ع۱۱، شعراء ع۵، احزاب ع۸ بالخلف مقطوع ہیں (مگر نساء والا موجودہ سب ہی قرآنوں میں مقطوع اور شعراء واحزاب والے اکثر میں موصول ہیں)۔

۷۔ عَنۡ۔ مَا: ایک جگہ اعراف ع۲۱ میں مقطوع ہے۔ ۸۔ اِنۡ۔ لَا: یہ ہر جگہ موصول ہے۔

۹۔ اَنۡ۔ لَمۡ: یہ ہر جگہ مقطوع مرسوم ہے۔ ۱۰۔ اِنۡ۔ لَمۡ: ہود ع۲ کے سوا ہر جگہ مقطوع ہے (ابوعمروؒ)

۱۱۔ اَنۡ۔ لَنۡ: کہف ع۶ اور قیٰمہ ع۱ کے سوا ہر جگہ مقطوع ہے (ابن انباریؒ)

محمد ابن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ سورۂ مزمل کا بھی مقطوع ہے (غازی ابن قیسؒ)

۱۲۔ اَمۡ۔ مَنۡ: نساء ع۱۶، توبہ ع۱۳، صٰفّٰت ع۱، فصّلت ع۵ میں مقطوع باقی ہر جگہ موصول ہے (محمد ابن عیسیٰؒ وابن انباریؒ)۔ ۱۳۔ عَنۡ۔ مَنۡ: نور ع۶، نجم ع۲ دونوں جگہ مقطوع ہیں۔

۱۴ اِلْ۔ یَاسِیْنَ : صٰفّٰت ع$^{4}$ میں مقطوع ہے یعنی اِلْ۔ یَا۔ سِیْنَ (ابوعمروؒ)

۱۵ بِئْسَ۔ مَا : تینؔ جگہ بقرہ ع$^{11}$ کے دونوں اور اعراف ع$^{18}$ میں موصول ہیں مگر بِئْسَمَا یَأْمُرُکُمْ بقرہ ع$^{11}$ کو رائیہ میں خُلف بتایا گیا ہے، بعض نے اعراف ع$^{18}$ کو بھی بالخُلف بتایا ہے جس جگہ بِئْسَ مَا سے پہلے لامؔ یا فاؔ ہو وہاں مقطوع ہی آتا ہے۔

۱۶ فِیْ۔ مَا : یہ گیارہ جگہ مقطوع ہے بقرہ ع$^{31}$ (دوسرا) مائدہ ع$^{7}$ و انعام ع$^{18}$ و ع$^{20}$، انبیاء ع$^{7}$ نور ع$^{2}$، روم ع$^{4}$، زمر ع$^{1}$ و ع$^{5}$، واقعہ ع$^{2}$، شعراء ع$^{18}$ (رائیہ میں ماسوا شعراء کو بالخلاف مقطوع لکھا ہے)

۱۷ کُلَّ۔ مَا : دو جگہ مقطوع ہے نساء ع$^{12}$، ابراہیم ع$^{5}$۔ محمد ابن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ بعض نے نساء والے کو موصول بیان کیا ہے (آج کل کے مصاحف میں ایسا ہی ہے) اور رائیہ میں اعراف ع$^{2}$، مومنون ع$^{3}$ اور ملک ع$^{1}$ میں بھی نساء کی طرح خُلف ہے۔

۱۸ حَیْثُ۔ مَا : بقرہ ع$^{17}$، ع$^{18}$ دونوں میں مقطوع ہے۔

۱۹ لِکَیْ۔ لَا : چار جگہ موصول ہے آل عمران ع$^{16}$، حج ع$^{1}$، احزاب ع$^{6}$، حدید ع$^{3}$، انکے ماسوا مقطوع ہے۔

۲۰ مِنْ۔ مَا : نساء ع$^{4}$، روم ع$^{4}$ میں مقطوع اور منٰفقون ع$^{2}$ میں خلف ہے۔ اسیطرح مِنْ جس جگہ بھی اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے مقطوع ہوتا ہے اور مَنْ پر داخل ہوتا ہے تو ہر جگہ موصول ہوتا ہے جیسے مِمَّنِ افْتَرٰی اور مِمَّ خُلِقَ۔

۲۱ مَا۔ لام جارہ : ماء استفہامیہ کیساتھ لام جارہ یہ چار جگہ اپنے مدخول سے مقطوع مرسوم ہے، نساء ع$^{11}$، کہف ع$^{6}$، فرقان ع$^{1}$، معارج ع$^{2}$۔ ۲۲ یَوْمَ۔ هُمْ : دو جگہ مقطوع ہے مؤمن ع$^{2}$ ذٰریٰت ع$^{1}$۔ ۲۳ وَیْکَاَنَّ : یہ دونوں جگہ قصص ع$^{8}$ میں موصول ہے۔ ۲۴ اِبْنَ۔ اُمَّ : اعراف ع$^{18}$ میں مقطوع اور طٰہٰ ع$^{5}$ میں موصول ہے۔ ۲۵ لَاتَ۔ حِیْنَ : صٓ ع$^{1}$ مقطوع ہے بالاتفاق

**تنبیہ :۔** واضح ہو کہ کلمات مقطوعہ کے درمیان وقف اضطرارًا ہی جائز ہے، وقف کے بعد اعادہ ہوگا۔ اور جو کلمات موصول ہیں ان پر وقف آخری کلمہ ہی پر ہوگا۔

# باب فرش الحروف

# فرش

واضح ہو کہ جس کلمۂ قرآنی کی رسم بتانی مقصود ہوگی اسے تو قید کیساتھ لکھا جائے گا اور جہاں کہیں حذفِ الف کو بتانا ہوگا وہاں اس لفظ کو حذفِ الف کے صرف لکھدینے پر اکتفاء کیا جائیگا۔

جس کلمہ کو بغیر امام کی قید کے بیان کیا جائے اسے امام نافعؒ کی روایت سمجھیں، نیز شبہ کے مواقع پر نام کا بھی ذکر ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ : اِسۡمٌ کا ہمزۂ وصلی صرف بِسۡمِ اللّٰهِ میں محذوف الرسم ہوتا ہے خواہ ابتداءِ سورۃ کا بسم اللہ ہو یا سورۂ ہود و نمل میں واقع بسم اللہ ہو (باسۡمِ رَبِّكَ وغیرہ میں ثابت ہے) اَللّٰه اور اَلرَّحۡمٰن کا الف ہر جگہ اختصاراً محذوف ہے۔

## سُورَةُ الفَاتِحَة

مٰلِكِ بالاجماع محذوف الالف ہے، مٰلِكَ الۡمُلۡكِ (آل عمران ع٣) میں اور ایک روایت میں مٰلِكِ ہر جگہ محذوف الالف ہے (دانیؒ) يٰمٰلِكُ (زخرف ع٧) بربنارِ علم الف محذوف ہے۔

## سُورَةُ البَقَرَة

يُخٰدِعُوۡنَ ع٢۔ نسا، ع٢١ تینوں جگہ۔ وٰعَدۡنَا ہر جگہ۔ اَلصّٰعِقَةُ ع٦، خَطٰيٰكُمۡ ع٦ تَشٰبَهَ ع٨ (اسکے علاوہ ہر جگہ بالالف ہے)، فَادّٰرَءۡتُمۡ ع٩ (دال اور را کے بعد کے دونوں الف محذوف ہیں) خَطِيۡٓـٰٔتُهٗ بالجمع حسبِ قراءتِ مدنیؒ۔ تَظٰهَرُوۡنَ، تُفٰدُوۡهُمۡ، اُسٰرٰی ع١٠ ہر جگہ۔ وَمِيۡكٰلَ، عٰهَدُوۡا ع١٢ و ع٢٢، بِمَا عٰهَدَ فتحنا ع١، قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ ع١٤ بحذفِ واو حسبِ قراءتِ شامیؒ، اِبۡرٰهٖمَ ع١٥، ع١٦، ع٣٥ پندرہ مقامات میں بغیر یاء کے شامی و عراقی الرسم ہے۔ (یہ لفظ قرآن میں ٦٩ انہتر جگہ آیا ہے۔ ٣٣۔ اختلافی، ٣٦۔ اتفاقی۔ بقرہ کے

۱۵ میں اجماعاً حذف ہے باقی ۵۴ میں ۱۸ میں شام کے اکثر مصاحف میں اور بعض مصاحفِ مدینہ میں تو اسیطرح محذوف الیا والف ہے باقی مصاحف میں باثبات الیاء ہے۔ باقی ۳۶ اجماعی ہیں بالاتفاق باثبات الیاء ہے (اِبْرٰهِیْمَ) واضح ہو کہ یہ لفظ حسبِ قراءتِ ہشامؒ اِبْرٰهَامَ کسی قرآن میں مرسوم نہیں۔ وَاَوْصٰی ع۱۴ شامی و مدنی الرسم ہے (عمّؒ کی قراءت ہے) اَلرِّیٰحِ ع۲۰ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ ع۲۲ ان میں حذفِ الف بطور کلیہ کے ہے (مائدہ ع۱۲ میں حذفِ الف بعض میں ہے اور بعض میں نہیں ہے) مَسٰکِیْنَ ع۲۳ میں حذف بطورِ شمول ہے (بقرہ میں عمّؒ کی قراءت بالالف ہے، باقی اور مقامات میں اختصار و اصطلاح کی بناء پر ہے) وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ (ع۲۴) اور اسکے بعد کے تینوں کلمات حذفِ الف سے ہیں (اصحاب کی قراءت القتل سے ہے، باقین کی قِتَال سے) اسی رکوع کے یُقٰتِلُوْنَکُمْ اور ع۲۷ میں باثباتِ الف ہے، فَیُضٰعِفَهٗ اور اسکے مشابہ کلمات جہاں بھی آویں محذوف الالف ہیں، بقرہ ع۳۲، حدید ع۲ میں خُلف ہے، (رائیہ میں ہر جگہ خُلف کہنے کی تائید مقنع سے نہیں ہوتی، یہ سہواً فرما دیا ہے) یَبْصُۜطُ ع۳۲ بالصاد ہے باقی ہر جگہ بالسین ہے —— (اَلْمُصَیْطِرُوْنَ اور بِمُصَیْطِرٍ دونوں بالصاد ہیں اور بَسْطَةً ع۳۲ میں ابن شنبوذ کے جملہ طرق سے صاد سے بھی ہے جو بربناء ابدال ہے اسلئے اہلِ رسم نے اسے رسم کے مخالف نہیں کیا ہے)۔ دِفٰعُ ع۳۳، حج ع۶ (بقراءت مدنیؒ و یعقوبؒ) اسمیں الف محذوف الرسم ہے۔ فَرِهٰنٌ ع۳۹ (بقراءتِ ماسوائے مکی و ابو عمرو) بالحذف ہے۔ وَکِتٰبِهٖ ع۴۰ بالخلف ہے (تحریم کا لفظ بالاجماع محذوف الالف ہے (یہ قراءت اصحابؒ کی ہے، تحریم میں حفصؒ و بصریانؒ کے ماسوا کی قراءت ہے)۔

## سورۃ اٰل عمران والنسآء

وَیُقٰتِلُوْنَ الَّذِیْنَ ع۳ (بقراءتِ حمزہؒ) بروایتِ نصیرؒ حذف و اثبات دونوں۔ تُقٰىةً ع۳ (حَقَّ تُقٰتِهٖ ع۱۱) کی رسم تین طرح آئی ہے۔ بعض عراقی مصاحف میں بالالف، بعض میں حذف الف اور غیر عراقی میں بشکلِ یا) طٰٓئِرًا ع۵، مائدہ ع۱۵ حسب قراءت مدنیؒ و یعقوبؒ اور اَلطّٰٓئِرِ

دونوں جگہ بقراءت یزیدؒ۔ وَسَارِعُوْٓا ع۱۴ مکی و عراقی مصاحف کے ماسوا میں بحذفِ واو (بقراءت شامیؒ و مدنیؒ)، وَبِالزُّبُرِ ع۱۹ بالباء (بقراءت شامیؒ) شامی الرسم ہے، اور وَبِالْكِتٰبِ میں با بعض شامی مصاحف ہے بعض میں نہیں ہے۔ (ابن ذکوانؒ کیلئے حذفِ با، ہشامؒ کیلئے دونوں میں بالباء ہے (بطریق طیبہ اسمیں ہشامؒ کیلئے دونوں وجوہ ہیں)، وَقُتِلُوْا ع۲۰۔ طَابَ (نساء) مصحفِ امام میں الف بشکل یاء (طٰیبَ) ہے (اتحاف) ثُلٰثَ ، ثُلٰثَةَ ، رُبٰعَ ہر جگہ۔ قِیٰمًا ع۱ اور مائدہ ع۱۳ علاوہ ان دو کے ہر جگہ بالالف ہے جیسے آل عمران ع۲۰ و نساء ع۱۵ وغیرہ۔ ضِعٰفًا ع۱۔ کِتٰبَ اللّٰهِ ع۴ عُقَدٰتُ ع۵ (بقراءت ماسوائے کوفیؒ)، وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی ع۶ قرّاء کا بالالف (ذَا الْقُرْبٰی) بیان کرنا شاذ ہے۔ لٰمَسْتُمُ ع۷ مائدہ ع۲ (بقراءت ماسوائے شفا)، قَلِیْلًا ع۹ بالنصب (بقراءت شامیؒ) شامی الرسم ہے (دیگر تمام مصاحف میں باقی حضرات کی قراءت کی طرح مرفوع ہے)، فَلَقٰتَلُوْکُمْ ع۱۲۔ مُرٰغَمًا ع۱۴۔ اِنٰثًا صرف ع۱۰ (صٰفّٰت ع۵، شوریٰ ع۵ کے دونوں اور زخرف ع۲ میں الف ثابت ہے)،

**مَآئِدَة** قِسِیَّةً، سُبُلَ السَّلٰمِ ع۳، اَکّٰلُوْنَ ع۶، یَقُوْلُ الَّذِیْنَ ع۸ (حذفِ واو سے بقراءت ماسوائے کوفیؒ و ابو عمرو بصریؒ و یعقوبؒ) مدنی شامی مکی رسم ہے۔ مَنْ یَّرْتَدِدْ (بدالین) (عمؒ کی قراءت، اور مدنی شامی اور امام کی رسم ہے۔ رِسٰلٰتِهٖ ع۱۰، بٰلِغَ الْکَعْبَةِ ع۱۳۔ مَسٰکِیْنَ ع۱۲ نافع سے صرف حذف اور نصیر سے دونوں وجوہ۔ (ع۱۲ میں حذف اجماعی ہے عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ ع۱۴۔ سِحْرٌ ع۱۵۔ (یونس و ہود ع۱ میں بروایتِ نصیر دونوں وجوہ ہیں (مائدہ ع۱۵ و ہود ع۱ میں شفا کی۔ یونس ع۱ مکی و شفا کی قراءت یہی ہے)، اسی طرح بِکُلِّ سٰحِرٍ (بقراءت ماسوائے شفا)، اعراف ع۱۴، اور یونس ع۸ میں بھی خلف ہے (یعنی بعض میں الف بعد السین اور بعض میں بعد الحاء مرسوم ہے دونوں میں شفا کی قراءت سَحّٰرٍ بالالف بعد الحاء تشدید الحاء ہے)، اور (دانی و نصیر کی روایت کی ایک روایت کے مطابق ہر جگہ بغیر الف ہے سوائے ذٰرِیٰت ع۳ کے کہ اسمیں بالالف ہے۔

**الانعام** وَلَدَارُ ع۴ شامی الرسم والقراءت ہے (باقی میں وَلَلدَّارُ ہے)، وَلَاطٰٓئِرٍ ع۲، بِالْغَدٰوةِ ع۶، کہف ع۴ بالاتفاق واو مرسوم ہے (شامی کی قراءت بِالْغُدْوَةِ ہے)، اَنْجٰنَا ع۸ کوفی الرسم والقراءت ہے

(باقی میں اَنْجَیْتَنَا انکی قراءت کیطرح ہے)، وَذُرِّیّٰتِهِمْ ع۱۰۔ فٰلِقُ الْحَبِّ وَجٰعِلُ الَّیْلِ ع۱۲ (بقراءت ماسوائے کوفی ؒ)، بروایتِ نصیر دونوں میں خُلف ہے۔ کَلِمٰتُ ع۱۴ (بقراءت ماسوائے کوفی و یعقوب، (یونس ع۱۴ و ع۱۰، مومن ع۱ میں بقراءت حمزہ ؒ)، اَکٰبِرَ ع۱۵، رِسٰلٰتِهٖ (بقراءت ماسوائے مکی ؒ و حفص ؒ بالجمع و کسر التاء)، دَارُ السَّلٰمِ ع۱۵۔ شُرَکَآئُهُمْ شامی الرسم والقراءت بالیاء ہے۔ فَرَّقُوْا ع۲۰ روم ع۴ حسبِ قراءتِ اخوین ہے۔

### الاعراف

قَلِیْلًا مَّا یَتَذَکَّرُوْنَ ع۱ یا قبل التاء شامی الرسم والقراءت ہے۔ وَرِیَاشًا بعض مصاحف میں بقراءت حسن ؒ (شاذ)، مَا کُنَّا بحذف واو شامی الرسم والقراءت ہے۔ وَقَالَ الْمَلَاُ ع۱۰ (بعد مُفْسِدِیْنَ) واو شامی الرسم والقراءت ہے۔ بِکُلِّ سٰحِرٍ ع۱۴ و یونس ع۸ سورہ مائدہ ع۱۵ کے سٰحِرٌ کے ضمن میں گذر چکا ہے۔ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ، بِلُغُوْهُ، بَطِلَ ع۱۴ میں اور هود ع۲۔ اَنْجٰینٰکُمْ ع۱۶ میں شامی الرسم والقراءۃ اَنْجٰکُمْ ہے۔ اَلْخَبٰٓئِثَ ع۱۹۔ انبیاء ع۵۔ وَکَلِمٰتِهٖ جہاں بھی آئے۔ خَطِیْٓئٰتِکُمْ ع۲۰ اور خَطِیْٓئٰتِهِمْ نوح ع۱۰ (اختلافِ قراءت کیلئے کتبِ فن دیکھئے)، طٰٓئِفٌ ع۲۴ (نہ کہ قلم ع)۔

### الانفال سے یوسف تک

اٰمَنْتُمْ ع۳ (مومنون ع۱، معارج ع۱ بقراءت ماسوائے مکی)، مَسٰجِدَ توبہ ع۳ پہلا بروایت نافع ؒ۔ ورنہ مَسٰجِدَ ہر جگہ محذوف الالف ہے (القراءت مکی و بصریان واحد)، وَلَا اَوْضَعُوْا ع۷ اکثر میں ایک الف زائد ہے (نمل ع۲ کے لَاَاذْبَحَنَّهٗ میں زیادتِ الف بالاتفاق ہے، لَاِلَی اللّٰهِ آل عمران ع۱۷ اور لَاِلَی الْجَحِیْمِ صٰٓفّٰت ع۲ میں بعض میں الف ہے بعض میں نہیں۔ ہمارے یہاں کے بعض مصاحف میں حشر ع۲ کے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ میں الف زائد ہے جو بے سند اور غیر صحیح ہے یہی حال لَانْفَضُّوْا اور لَاتَّبَعْنٰکُمْ آل عمران ع۱۷ کا ہے)، خِلٰفَ ع۱۱ صرف اسی جگہ نہ کہ اور کہیں۔ توبہ ع۱۳ میں تَحْتَهَا کے بجائے مِنْ تَحْتِهَا مکی کی رسم و قراءت ہے۔ اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا ع۱۳ بحذف واو مدنی و شامی کی رسم و قراءت ہے۔ وَلَا اَدْرٰىکُمْ ع۲ یونس اسی طرح قیٰمہ میں پہلا لَاُقْسِمُ مکی کی قراءت میں الف زائد ہے ان کے یہاں لا، نفی کا نہیں ہے۔ یُسَیِّرُکُمْ ع۳ میں یَنْشُرُکُمْ کی رسم شامی کی ہے (ابو جعفر و شامی کی قراءت بھی یہی ہے)، ثَمُوْدَا هود ع۶ و فرقان و عنکبوت ع۴ و نجم ع۳ ان سب میں الف مرسوم ہے۔ سَلٰمًا ع۷ اور سَلٰمٌ ہر جگہ بقراءت ماسوائے اخوین قَالَ سَلٰمٌ، اخوین کی قراءت سِلْمٌ بکسر السین و اسکان اللام ہے)، مَا نَشٰٓؤُا ع۸ صرف یہاں۔ اٰیٰتٌ یوسف ع۲ یہی اکثری ہے (مصحفِ امام میں دوسرا الف ثابت ہے)، غَیٰبٰتِ ع۲ دونوں میں دونوں الف محذوف ہیں بالجمع کی

قراءت مدنیؒ کی ہے لَاتَاْمَنَّا ع۲ تمام مصاحف میں ایک ہی نون ہے۔ لَدَا الْبَابِ ع۳ بالالف اور غافر ع۲ میں بالیاء ہے (بروایت نصیرؒ) اسکی رسم بالالف قلیل ہے (دونوں لَدَا میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ یوسف میں بمعنی عِنْدَ ہے اور غافر میں بمعنی فِی ہے، واللہ اعلم) حَاشَ ع۴ و ع۴ الف بعد الشین جو ابو عمرو بصریؒ کی قراءت ہے محذوف الرسم ہے وَلَا تَایْئَسُوْا ، لَا یَایْئَسُ ع۱۰ اور رعد ع۴ میں تا، اور یا کے بعد الف مرسوم ہے (رعد ع۴ میں بھی بالالف ہے، بروایت نصیر) دانیؒ فرماتے ہیں کہ یوسف ع۱۰ فَلَمَّا اسْتَیْئَسُوْا اور ع۱۲ میں حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ میں حذف الف اکثری ہے۔ فَنُنْجِیْ ع۱۲ (بقراءت ماسوائے شامی عاصم یعقوب، انبیاء ع۶ بقراءت ماسوائے شامی و شعبہ ان میں دوسرا نون محذوف ہے، بروایت نصیرؒ۔

## الرعد سے الکہف تک

وَسَیَعْلَمُ الْکُفّٰرُ رعد ع۶ یہ رسم مصحف امام کی ہے اور ماسوائے کنز و یعقوبؒ کی قراءت ہے (الف نہ فا سے پہلے ہے اور نہ فا کے بعد) بِاَیّٰمِ اللّٰہِ ابراہیم ع۱ اکثر مصاحف میں یا مشدد کے بعد الف ہے (نصیرؒ) بعض مصاحف میں بغیر الف دو یاؤں سے ہے، دانیؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ اور عراق کے بعض مصاحف میں میں نے ایسا ہی دیکھا ہے اور غازی ابن قیسؒ نے بھی اپنی کتاب میں اسیطرح لکھا ہے (مقنع صفحہ ۹۸، اسکے سوا ہر جگہ بالالف ہے) بِہِ الرِّیْحُ ع۳ بقراءت مدنیؒ الف اجماعاً محذوف الرسم ہے (اَلرِّیٰحَ حجر ع۲ میں بعض میں الف ہے بعض میں نہیں اور فرقان ع۵ میں بروایت نصیر اثبات اور بروایت نافع حذف ہے، نصیر کی روایت پر تمام مصاحف میں الف ہے، اور بروایت نافع کسی میں نہیں۔ ہمارے یہاں کے مصاحف میں صرف روم ع۵ میں الف ہے) خِلٰلِ ع۵ ہر جگہ بالحذف ہے، (اَفْئِدَۃً صرف ع۶ میں ہمزہ بشکل یا ہے) اَلْخَلّٰقُ حجر ع۶ و یٰس ع۵۔ بٰلِغِیْہِ نحل ع۱۔ ظِلٰلُہٗ ع۶ (ہر جگہ) حَلٰلٌ ع۱۵ (ہر جگہ) طٰٓئِرَہٗ اسراء ع۲، اَوْکِلٰھُمَا ع۳ اسمیں بھی خلف ہے (لام کے بعد یا، کسی میں نہیں) سُبْحٰنَ ہر جگہ بغیر الف ہے، مگر سُبْحٰنَ رَبِّیْ ع۱۰ میں خلف ہے۔ قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْ میں قَالَ بالالف کی رسم مکی و شامی کی ہے اور قراءت بھی انکی یہی ہے۔ تَزٰوَرُ کہف ع۲ بقراءت کوفیؒ (شامی یعقوب کی تَزْوَرُّ باقی تَزَّاوَرُ) ثَلٰثَ ع۳ ہر جگہ، خَیْرًا مِّنْھُمَا کہف ع۵ ماسوائے عراقی کی رسم و قراءت ہے۔ لٰکِنَّا ع۵ الف بعد النون اجماعی ہے۔ اَلرِّیٰحُ ع۶ میں خلف ہے، زٰکِیَۃً ع۱۰ بقراءت ماسوائے کنز و روح۔ فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ع۱۰ لَتَّخَذْتَ ع۱۰ لام کے بعد الف محذوف ہے مکی و بصری کی قراءت کی مناسبت سے۔ خَرٰجًا ع۱۱ مومنون ع۴ خلف ہے، الف بعد الرا شفا کی

قرارت ہے (مومنون ع ۴ میں فَخَرَاجُ رَبِّكَ میں الف اجماعی ہے اگر بقول سخاوی رح فَخَرَاجُ رَبِّكَ شامی مصاحف میں حذف ہے حسب قرارت شامی رح رَدْمًا ٰاتُوْنِي اور قَالَ اٰتُوْنِي ع ۱۱ میں دو یاء کسی قرآن میں نہیں ہے جو اٰتُوْنِي میں ہوا کرتی ہے اول میں قرارت شعبہ کی ثانی میں شعبہ وحمزہ کی قرارت ہے یعنی ہمزہ وصلی سے۔ مَكَّنِّي مکی الرسم والقرارت ہے۔ كَلِمٰتُ رَبِّي ع ۱۲۔

## مریم ع ۴ سے آخر قرآن تک

خَلَقْتُكَ مریم ع ۱ بقرارت اخوین۔ تُسٰقِطْ ع ۲ اِخْوَتُكَ طٰہٰ ع ۱ بقرارت حمزہ رح۔ مِهٰدًا ع ۲ زخرف ع ۱ بقرارت ماسوائے کفی۔ (انبیاء ع ۲ اختصارًا) لَا تَخٰفُ ع ۴ بالخلف۔ بقرارت ماسوائے حمزہ۔ وٰعَدْنٰكُمْ ع ۴ بقرارت ماسوائے اصحاب۔ فَلَا يَخٰفُ ع ۶ بقرارت ماسوائے مکی۔ قٰلَ رَبِّي انبیاء ع ۱ مصحف کوفی میں بالالف اس کے ماسوا میں حذف ہے (حفص واصحاب کی قرارت بالالف ہے، باقی کی قُلْ ہے۔ اَوَلَمْ يَرَ ع ۳ کے بجائے اَلَمْ يَرَ بلا واو کے مکی الرسم والقرارت ہے۔ جُذٰذًا ع ۵۔ اَلْخَبٰئِثَ ع ۵۔ يُسٰرِعُوْنَ ع ۶ مومنون ع ۴۔ وَحَرٰمٌ ع ۷ صرف یہیں (بقرارت ماسوائے شعبہ واخوین) قٰلَ رَبِّ ع ۷ (بروایت حفص رح) سُكٰرٰى حج ع ۱ دونوں بقرارت ماسوائے اصحاب۔ لُؤْلُؤًا ع ۳ واو ثانی کے بعد الف بالاتفاق ہے (فاطر و دھر میں خُلف ہے۔ پس فاطر میں مصحف امام کے سوا میں اثبات اور دھر میں مصحف مدنی وبصری میں اثبات (اور اَللُّؤْلُؤُ میں ہمارے یہاں کے عام مصاحف میں محذوف الالف ہے مدنی میں ثابت الالف ہے) يُدٰفِعُ ع ۵ بالخلف۔ بقرارت ماسوائے مکی وبصری يُقٰتَلُوْنَ ع ۶۔ مُعٰجِزِيْنَ ع ۷ وسبا ع ۱ و ع ۵ بقرارت ماسوائے مکی وابوعمرو بصری۔ عِظٰمًا، اَلْعِظٰمَ مومنون ع ۱ بقرارت ماسوائے شامی وشعبہ۔ سٰمِرًا ع ۴۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ع ۵ کے دو آخر والے میں سَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ بصری اور مصحف امام کی رسم اور بصری کی قرارت ہے۔ قٰلَ كَمْ، قٰلَ اِنْ ع ۶ کوفی الرسم ہے اول میں بقرارت ماسوائے مکی اخوین ثانی میں ماسوائے اخوین کی قرارت۔ خِلٰلِهٖ نور ع ۶۔ روم ع ۵۔ وَنُزِّلَ کے بجائے وَنُنْزِلُ الْمَلٰئِكَةَ مکی الرسم والقرارت ہے۔ اَلرِّيٰحَ ع ۵ (بقرارت ماسوائے مکی، نافع سے حذف نصیر سے اثبات ہے، سِرٰجًا ع ۶ بالخلف۔ بقرارت ماسوائے اصحاب۔ وَذُرِّيّٰتِنَا ع ۶ (بقرارت ماسوائے مازنی وصحبہ۔ يٰسٓ ع ۳ میں عم یعقوب کی قرارت۔ غافر ع ۲ بطور اختصار کے طور ع ۱ پہلا بقرارت بصریان شامی۔ اور دوسرا بقرارت عم وبصریان) حٰذِرُوْنَ شعراء ع ۴ بقرارت ابن ذکوان وکوفیین۔ فٰرِهِيْنَ ع ۸ بقرارت شامی کوفیین۔ (ان دونوں کلمات میں خُلف ہے۔ شاطبی رح کے

نزدیک حذف راجح ہے، رائیہ میں عن جُلّھمْ ہے مگر سخاوی کے نسخے میں خُلْفِهِمْ ہے جس کے رو سے دونوں وجہیں برابر ہو جاتی ہیں (التحفہ صفحہ ۲۹)، فَتَوَكَّلْ بالفاء ع مدنی وشامی کی رسم وقرارت ہے۔ اٰيٰتُنَا نمل ع۔ اَوْلَيَاْتِيَنِّيْ ع۲ دونوں سے مکی کی رسم وقرارت ہے۔ فَنٰظِرَةٌ ع۳ بالخلف طٰٓئِرُكُمْ ع۴۔ بَلِ ادّٰرَكَ ع۵ بقرارت ماسوائے مکی وبصریان یزید۔ اَئِمَّةً ع۶ میں اِئِمَّةً دونوں سے شامی کی رسم اور شامی وکسائی کی قرارت ہے۔ بِهٰدِی ع۶ دروم ع۵ بالخلف بقرارت ماسوائے حمزہ۔ فٰرِغًا قصص ع۱۔ وَقَالَ مُوْسٰى (الخ) ع۴ بحذف واو مکی رسم وقرارت ہے، سٰحِرٰنِ ع۵ بالخلف بقرارت ماسوائے کوفیین۔ تَظٰهَرَا ع۵۔ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ عنکبوت ع۵ بقرارت ماسوائے مکی شعبہ اصحاب، وَفِصٰلُهٗ لقمٰن ع۲ احقاف ع۲۔ وَلَا تُصَعِّرْ ع۲ بقرارت نافع مازنی اصحاب۔ تُظٰهِرُوْنَ احزاب ع۱ يُظٰهِرُوْنَ مجادلہ ع۱ (بقرارت شامی کوفیین اول میں، ثانی میں شامی یزید کوفیین)، يَسَآءَلُوْنَ ع۲ بالخلف (اس کے علاوہ ہر جگہ ہمزہ محذوف الرسم ہے)، عٰلِمُ الْغَيْبِ سبا ع۱ بقرارت ماسوائے اخوین۔ مَسٰكِنِهِمْ ع۲ بقرارت ماسوائے کسائی خلف بزار۔ وَهَلْ نُجٰزِيْ ع۲ بٰعِدْ ع۲ بقرارت ماسوائے مکی مازنی ہشام یعقوب۔ بَيِّنٰتٍ فاطر ع۵ بالخلف حذف اکثری ہے (بقرارت ماسوائے مکی مازنی حفص حمزہ خلف بزار)۔ وَمَا عَمِلَتْهُ يٰسٓ ع۳ بحذف ہا بعد التاء کوفی الرسم اور صحبہ کی قرارت ہے۔ فٰكِهِيْنَ ع۱ دخان ع۱ طور ع۱ (بقرارت ماسوائے یزید تطفیف بقرارت ماسوائے حفص ویزید) بالخلف۔ بِقٰدِرٍ ع۵ بقرارت ماسوائے رویس، احقاف ع۴ بقرارت ماسوائے یعقوب (سورۂ قیٰمہ میں بھی ہمارے یہاں کے عام مصاحف میں بھی حذفِ الف ہے) اٰثٰرِهِمْ والصّٰفّٰت ع۲۔ اِلْيَاس اور اِلْيَاسِيْنَ ع۴ میں الف مرسوم ہے۔ كٰذِبٌ زمر ع۱ (صرف یہیں)، عَبْدَهٗ ع۴ بالخلف بقرارت اصحاب ویزید۔ تَاْمُرُوْنِّيْ ع۷ دونوں سے شامی الرسم والقرارت ہے، وَجِايْٓءَ ع۱ فجر دونوں جگہ ایک زائد الف ہے۔ كَلِمٰتُ مومن ع۱ بقرارت عم۔ اَشَدَّ مِنْكُمْ بجائے مِنْهُمْ کے شامی الرسم والقرارت ہے، اَوْ اَنْ ع۳ کوفی الرسم ہے اور کوفی ویعقوب کی قرارت ہے، ان کے ماسوا کی وَاَنْ ہے۔ وَالسَّلٰسِلُ ع۸۔ سَمٰوٰتٍ فصلت ع۲ صرف یہاں الف بعد الواو مرسوم ہے۔ مِنْ ثَمَرٰتٍ ع۶ بقرارت مدنیان شامی حفص۔ فَبِمَا كَسَبَتْ شوریٰ ع۳ بغیر فا کے مدنی وشامی رسم والقرارت ہے۔ اَلرِّيٰحَ ع۴ بقرارت مدنیان۔ كَبٰٓئِرَ ع۴، نجم ع۲ (نساء ع۵

نہیں) مِهٰدًا زخرف ع بقراءت ماسوائے کوفی۔ هُمۡ عِبٰدُ ع۲ بقراءت عمؔ، مکی یعقوب۔ قٰلَ اَوَلَوۡ ع۲ بقراءت ماسوائے شامی حفص۔ اَسۡوِرَةٌ ع۵ بقراءت ماسوائے حفص یعقوب۔ یٰعِبَادِیۡ لَا ع مدنی و شامی رسم ہے بقراءت مدنی شامی مازنی رویس شعبہ۔ تَشۡتَهِیۡهِ ع یا کے بعد ہا مدنیان شامی حفص کی قراءت۔ غِشٰوَةً جاثیہ ع۳ (صرف یہاں نہ کہ بقرہ ع میں) بقراءت ماسوائے اصحاب۔ اَثٰرَةٍ احقاف ع۔ اِحۡسٰنًا (بجائے حُسۡنًا کوفی الرسم والقراءت ہے۔ قٰتَلُوۡا محمد ع۲ بقراءت ماسوائے حفص و بصریان۔ بِمَا عٰهَدَ فتح ع۔ شَطۡاَهٗ ع۴ (اپنے یہاں کے بعض مصاحف میں ہمزہ بے صورت کلمی مرسوم ہے) اَللّٰتَ نجم ع۔ خُشَّعًا قمر ع بالخلف صرف قمر میں بقراءت بصری اصحاب۔ ذَا الۡعَصۡفِ اور ذُوالۡجَلٰلِ رحمٰن ع۳ آخری۔ یہ دونوں شامی الرسم والقراءت ہیں۔ تُکَذِّبٰنِ رحمٰن بالخلف۔ بِمَوٰقِعِ واقعہ ع۳ بالخلف بقراءت ماسوائے اصحاب۔ وَکُلٌّ وَّعَدَ حدید ع شامی الرسم والقراءت ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ الۡغَنِیُّ ع۳ بغیر ھُوَ کے یہ مدنی و شامی رسم و قراءت ہے۔ تَظٰهَرَ تحریم ع۔ بِکَلِمٰتِ ع۲۔ اَنۡ تَدٰرَکَهٗ قلم ع۲۔ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ صرف معارج ع۲ میں۔ قٰلَ اِنَّمَآ جن ع۲ بالخلف بقراءت ماسوائے عاصم حمزہ یزید۔ سَلٰسِلَا دہر ع دوسرے لام کے بعد الف اور قَوَارِیۡرَا میں دوسری را کے بعد الف کی رسم بالخلف ہے۔ دانی رحؒ لکھتے ہیں سَلٰسِلَا اور قَوَارِیۡرَا قَوَارِیۡرَا تینوں کلمات اہل حجاز اور کوفی مصاحف میں بالالف اور اہل بصرہ کے مصاحف میں قَوَارِیۡرَا اول بالالف اور ثانی بغیر الف ہے (المقنع ص۴۵) عٰلِیَهُمۡ ع۔ جِمٰلَتٌ مرسلٰت ع بالخلف بقراءت ماسوائے حفص و اصحاب۔ (الف بعد لام بالاتفاق محذوف ہے) مِهٰدًا نبا ع۔ وَلَا کِذّٰبًا صرف ع۲ کا۔ بِضَنِیۡنٍ تکویر۔ بالاتفاق بالضاد مرسوم ہے بقراءت ماسوائے مکی مازنی رویس کسائی۔ ان حضرات کی قراءت بالظاء ہے۔ خِتٰمُهٗ تطفیف بقراءت ماسوائے کسائی۔ وَ تَحٰٓضُّوۡنَ فجر بقراءت کوفیین یزید۔ فِیۡ عِبٰدِیۡ۔ اِطۡعٰمٌ صرف بلد۔ بقراءت ماسوائے مکی بصری کسائی۔ فَلَا یَخٰافُ والشمس مدنی و شامی رسم و قراءت ہے۔ اَرَءَیۡتَ علق اور اس طرح کے کلمات بالخلف۔ لِاِیۡلٰفِ قریش بقراءت ماسوائے شامی۔ اِلٰفِهِمۡ بقراءت ماسوائے یزید رحؒ۔ (فاء سے پہلے الف کا حذف اجماعی ہے)۔

## تمّت الفروش

# تبرکات

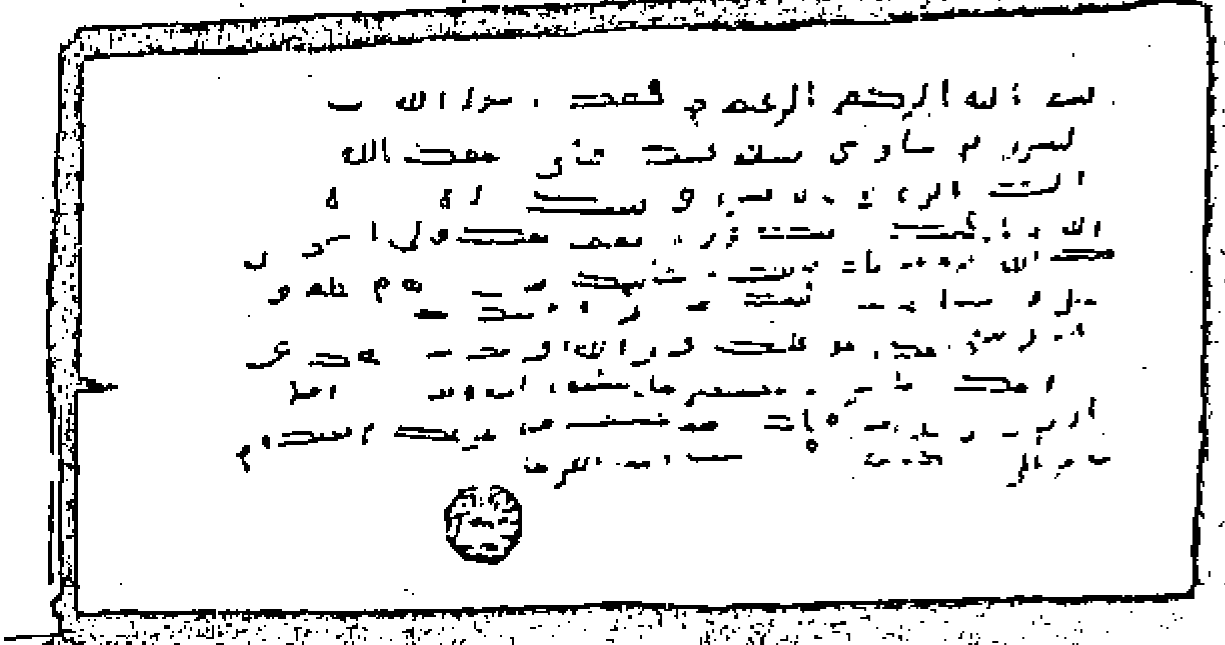

مکتوب نبوی ﷺ بنام منذر بن ساوی گورنر بحرین سنہ ۸ھ۔

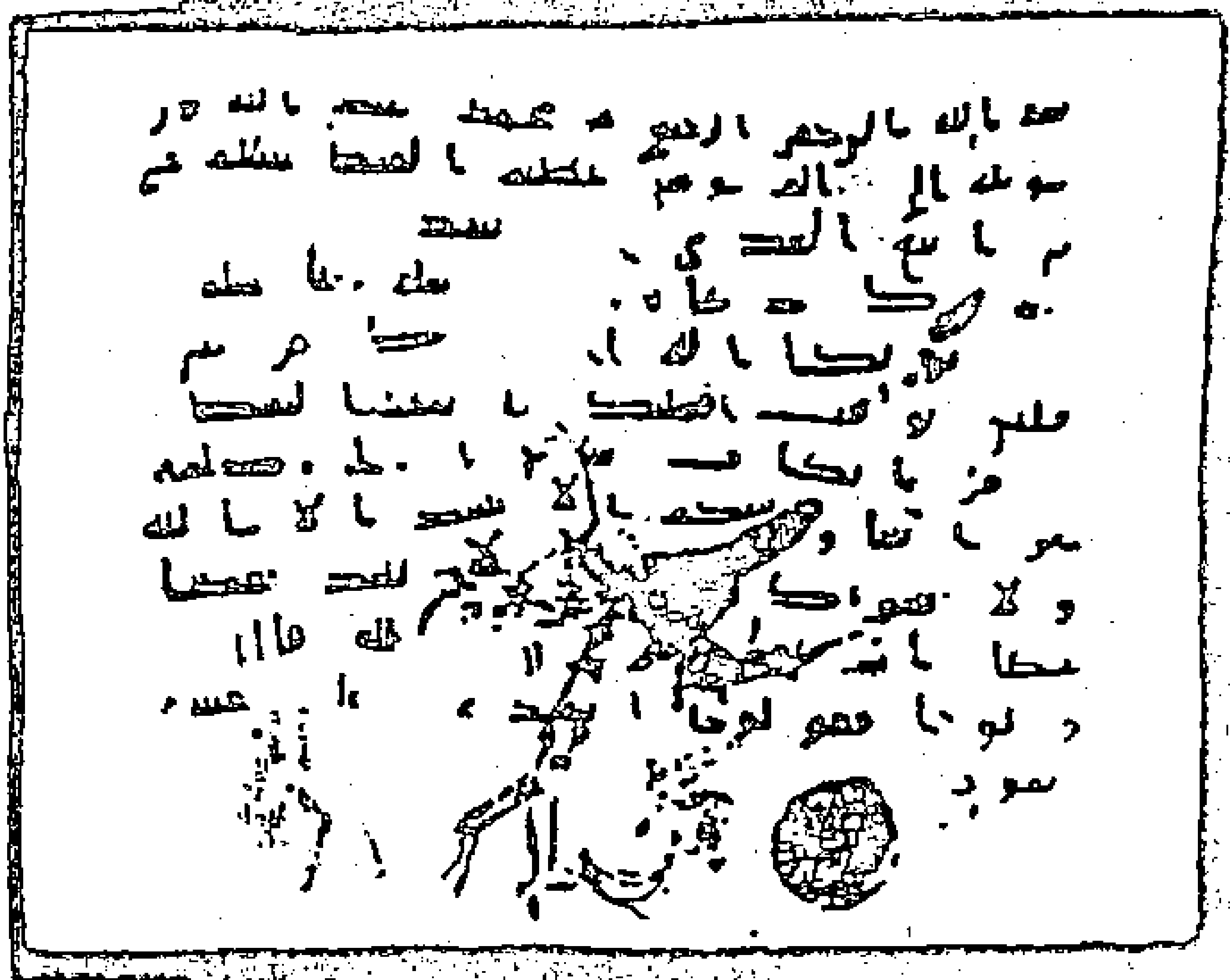

مکتوب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بنام مقوقس گورنر مصر سنہ ۶ھ

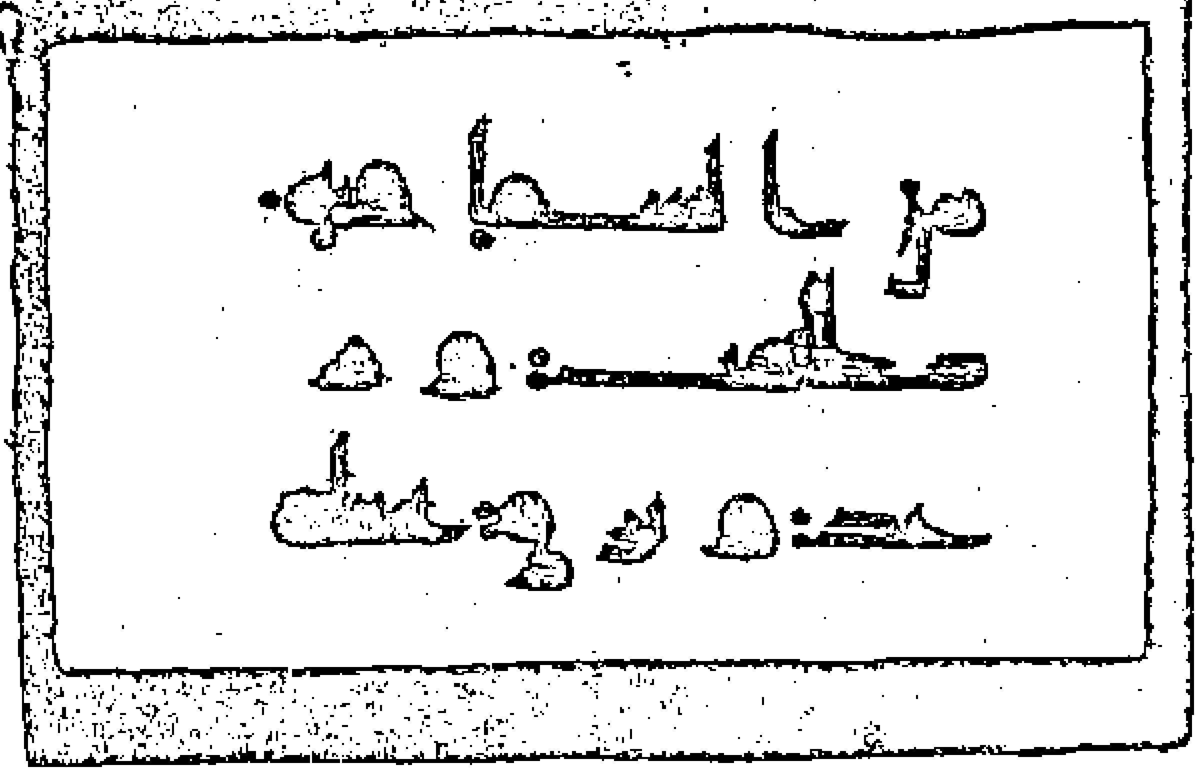

ورق قرآن مجید، منسوب حضرت ابوبکر صدیقؓ ۱۱ سے ۱۳ھ

منسوب حضرت باقرؒ ۹۵، ۱۱۴ھ

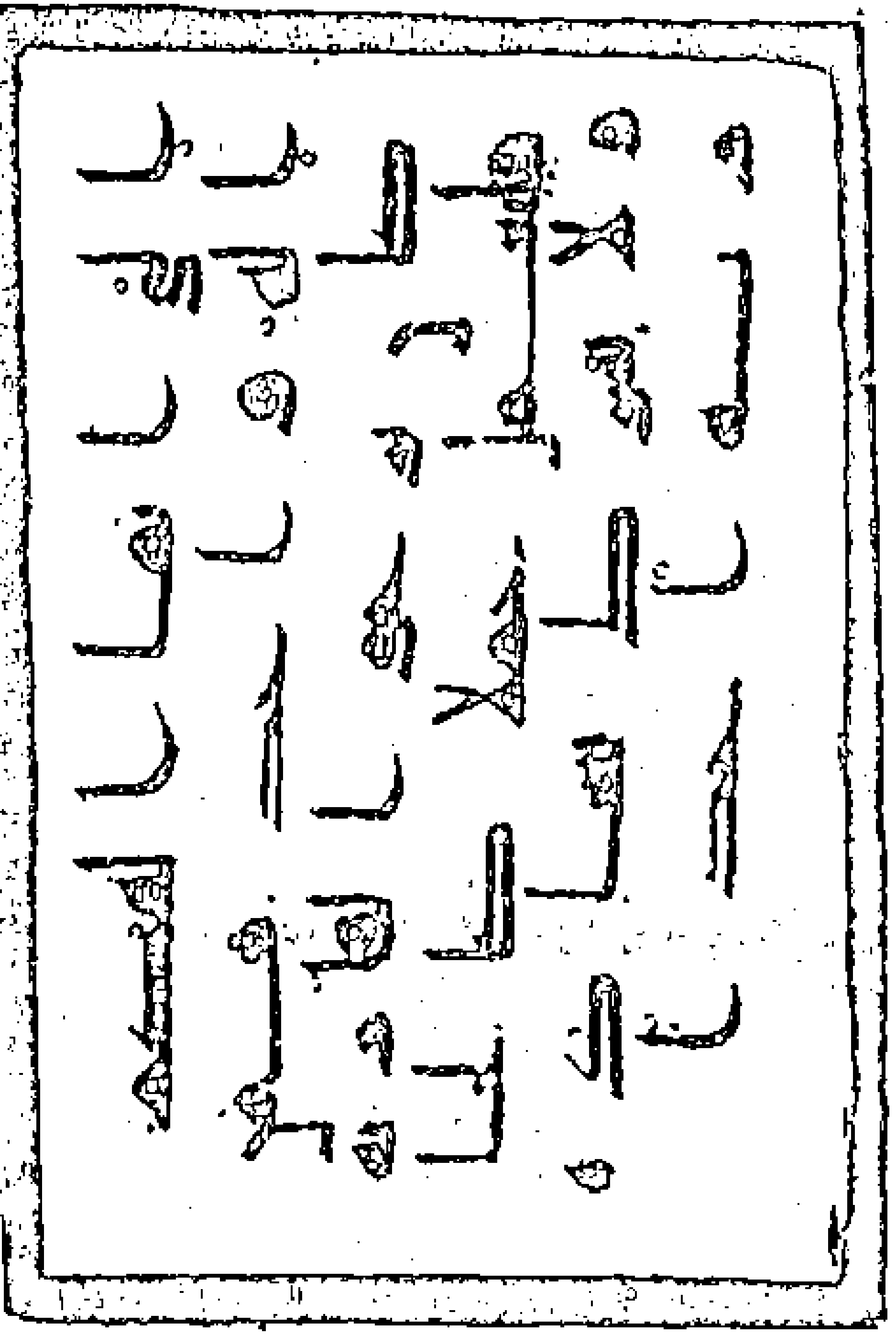

منسوب حضرت زین العابدینؒ ۶۱، ۹۵ھ

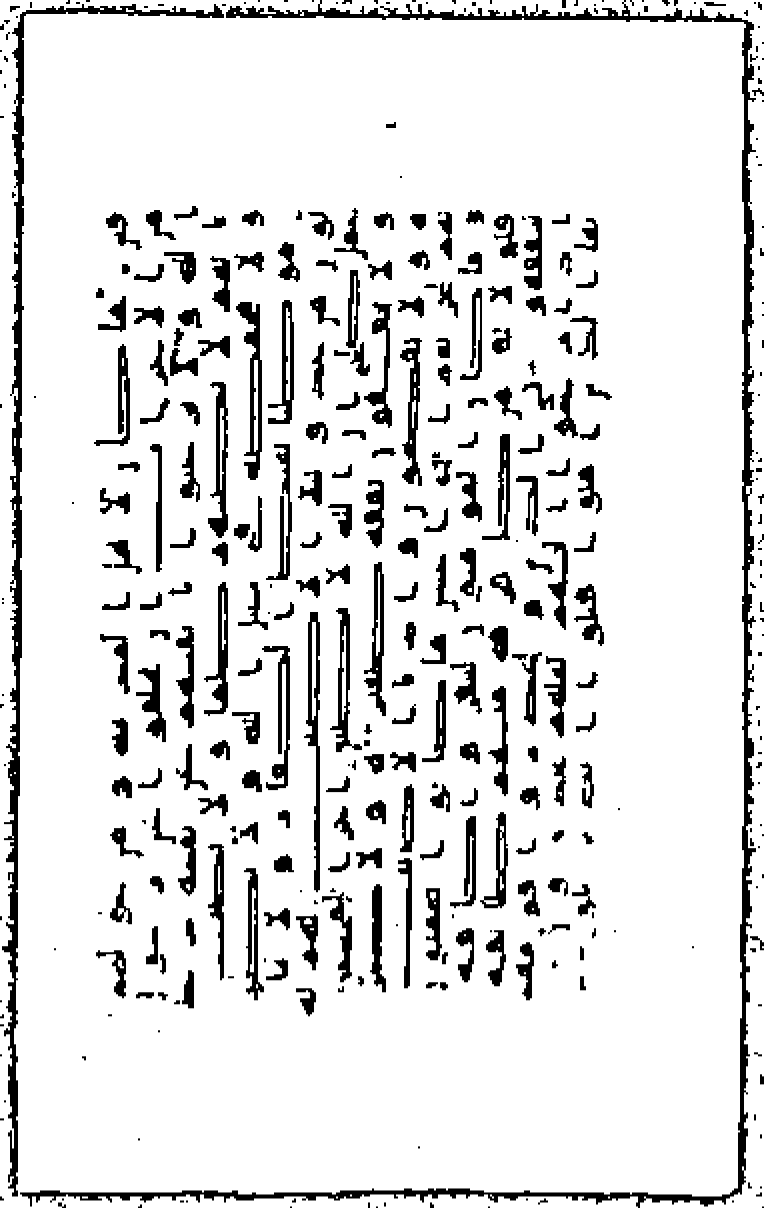

ورقِ قرآن مجید منسوب حضرت حسینؓ ۴۱، ۶۱ھ

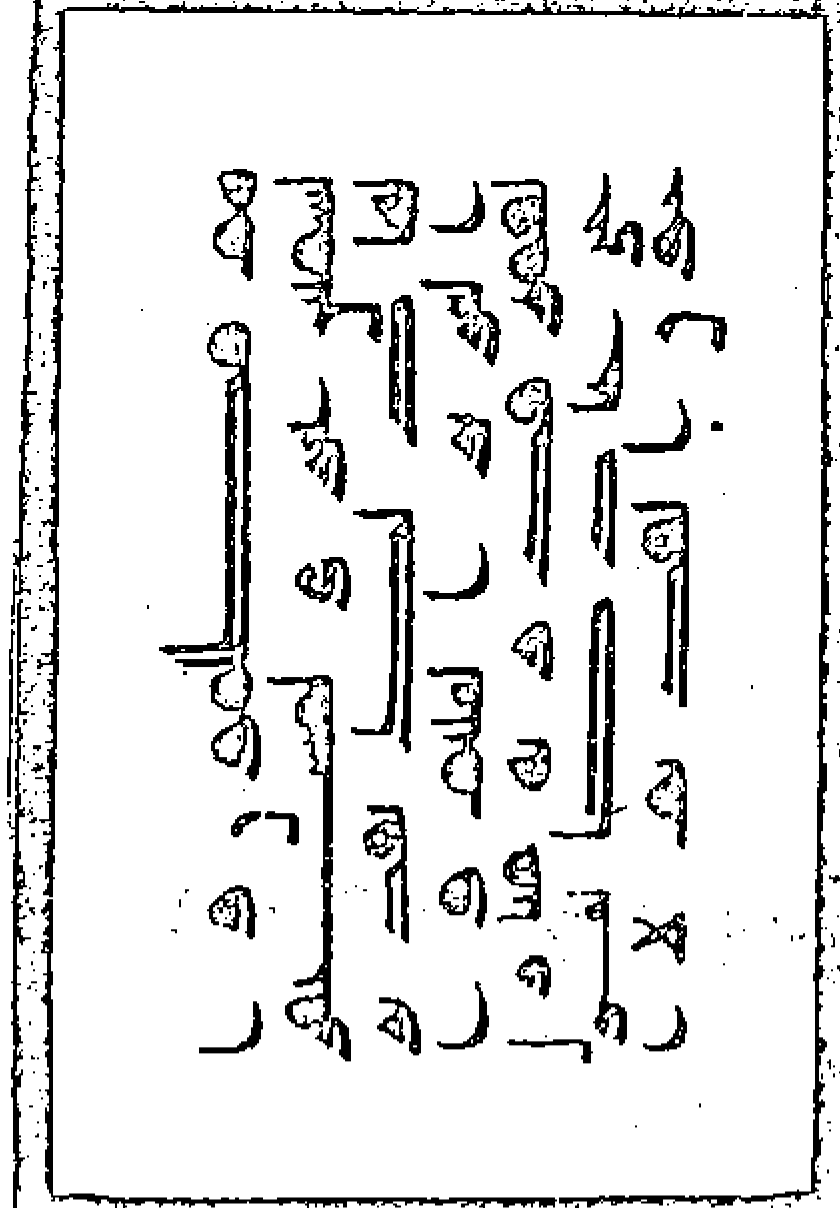

منسوب حضرت حسن رضی اللہ عنہ
۴۰ سے ۴۱ ھ

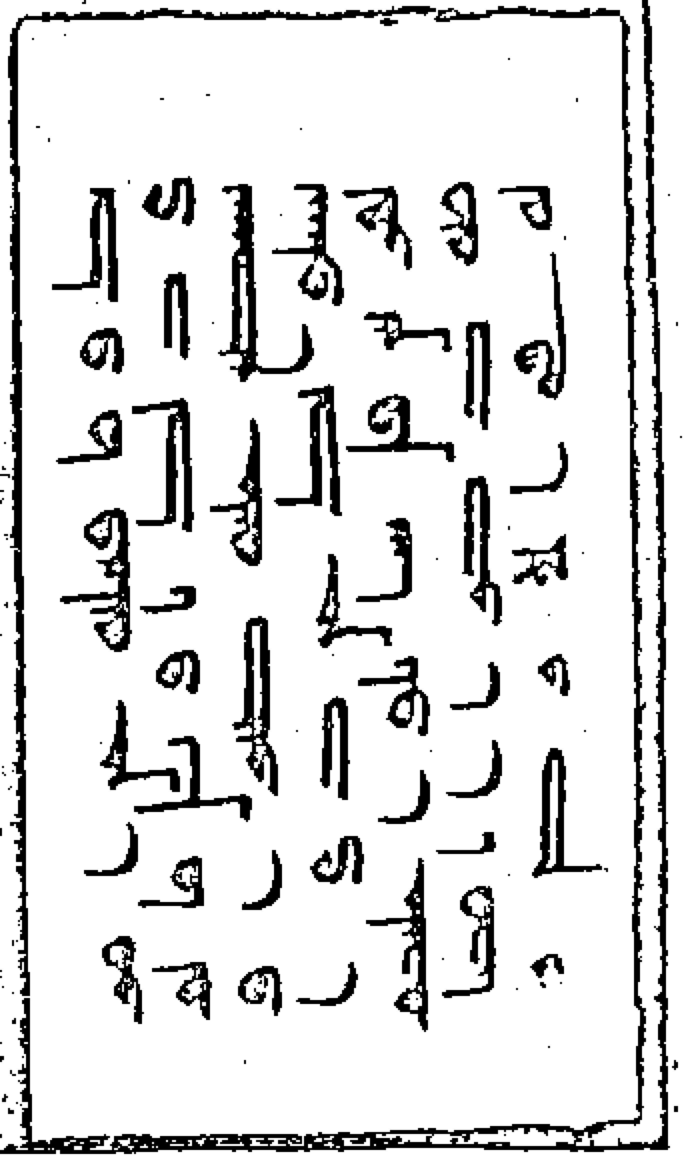

ورقِ قرآن منسوب حضرت علی رضؓ
۳۵ سے ۴۰ ھ

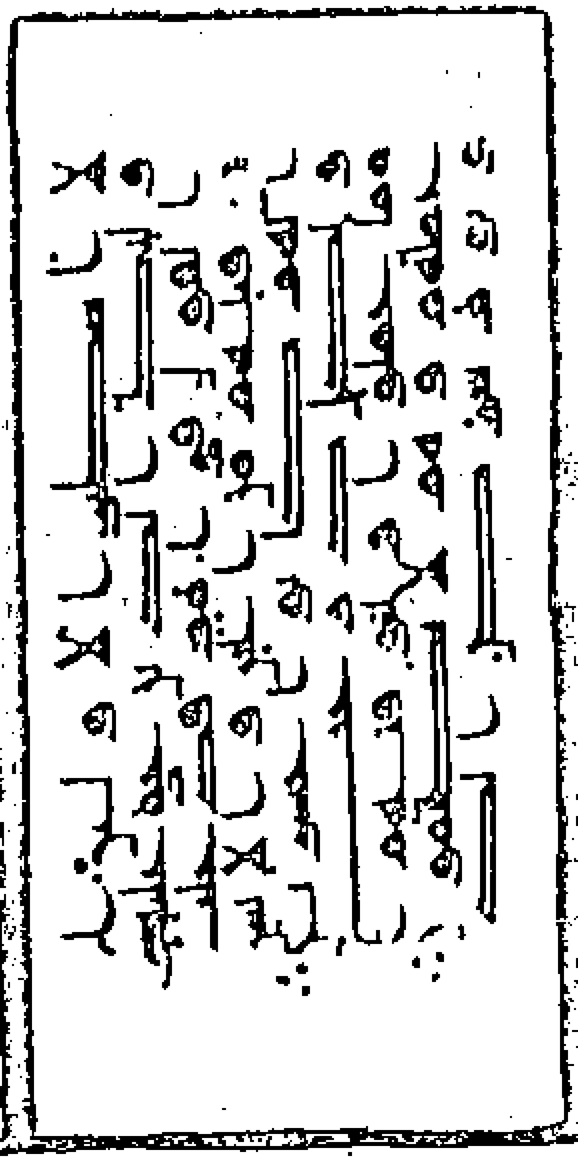

ورق قرآن مجید منسوب حضرت عثمان بن عفانؓ
۲۴ سے ۳۵ ھ

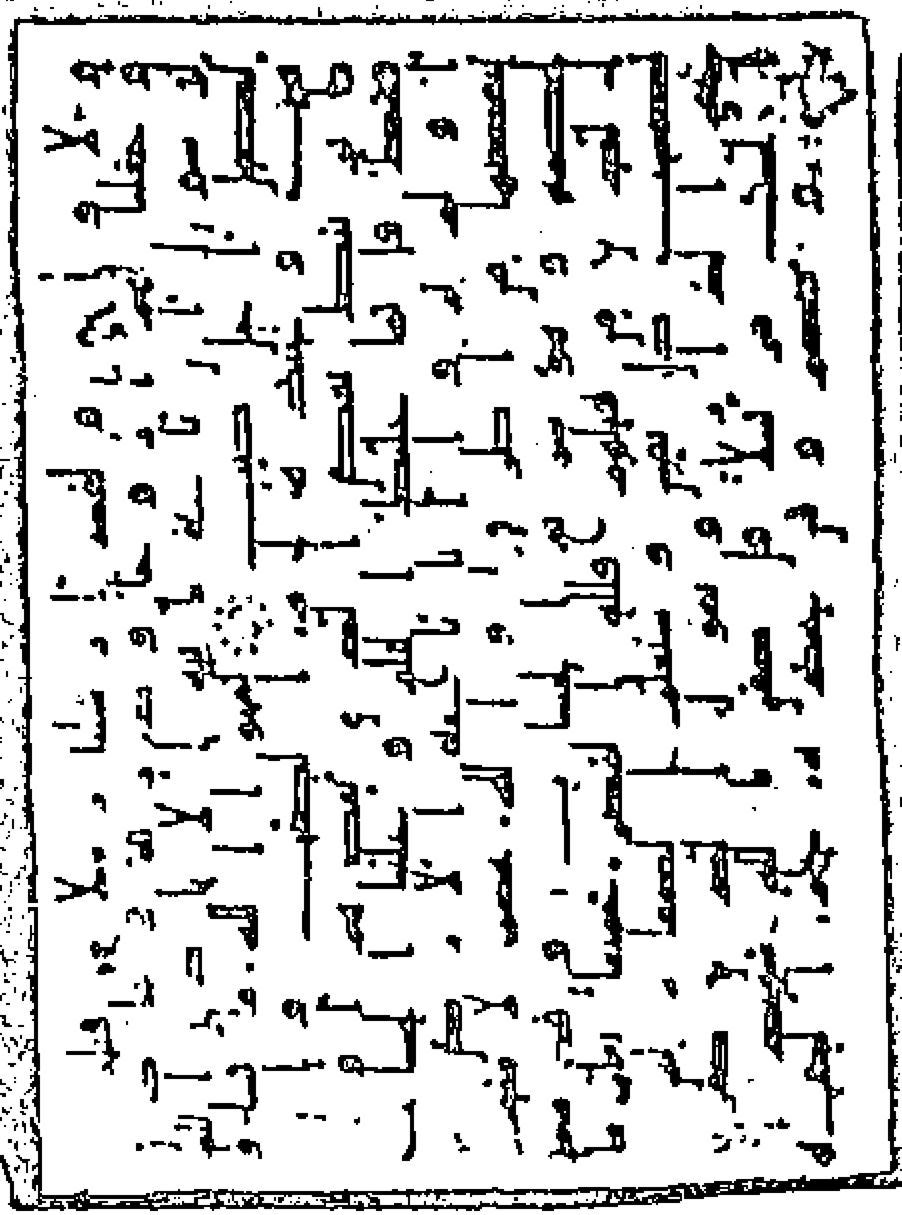

ورقِ قرآن مجید منسوب حضرت عمر فاروق رضؓ
۱۳ سے ۲۴ ھ

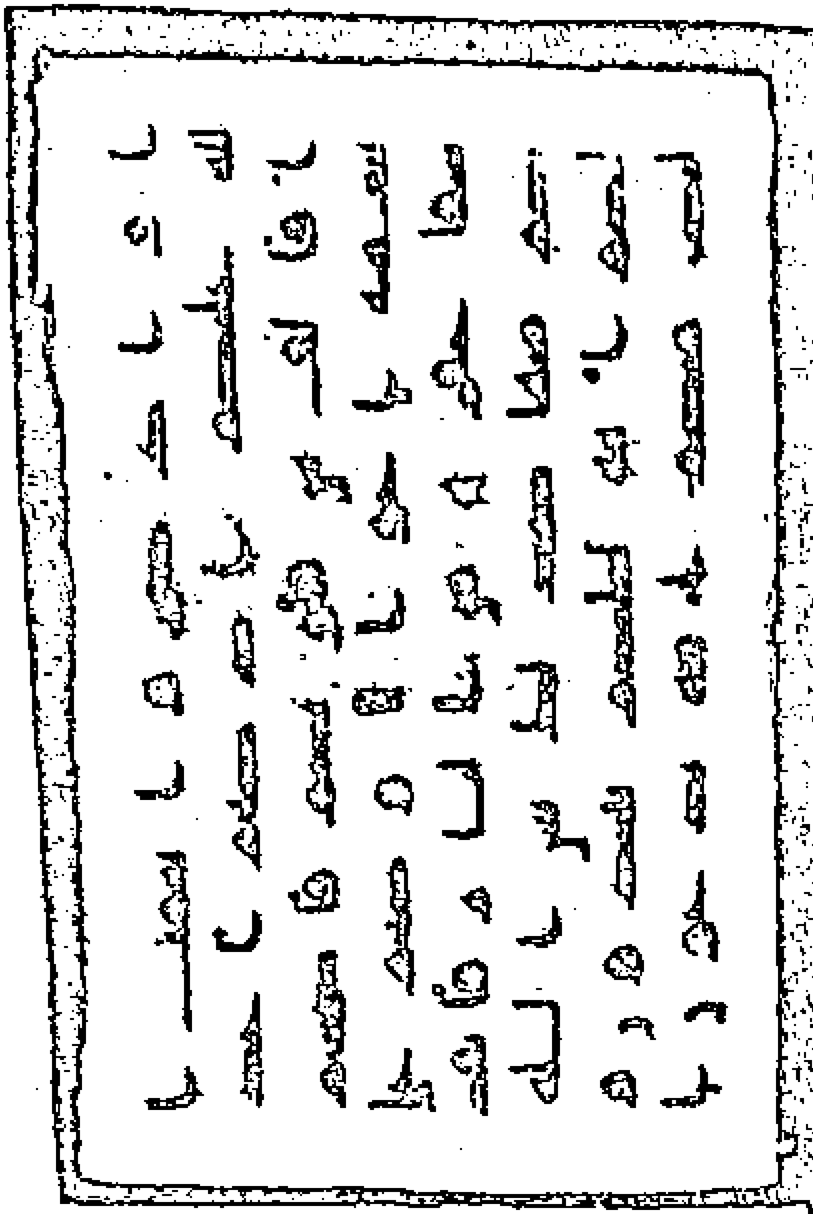

بسم الله الرحمن الرحيم

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ
أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا
مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ
الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ
الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ الزمر ٢٤

## عربی خطوط کے نمونے

خط ثلث

عاتب أخاك بالإحسان إليه واردد شره بالإنعام عليه

خط نسخ

زِيادةُ العقلِ على اللسانِ نعمةٌ وفضيلةٌ وزيادةُ اللسانِ على العقلِ بليةٌ ورذيلةٌ

خط فارسی

من سامح الايام طابت حياته وقلت احزانه ونعم باله

خط ریحان

استقلال الارادة والاكباب على العلوم والمعارف هما عاملان قويان في تربية النشء يضمنان له النجاح

خط رقعہ

لا شئ اثمن من الحرية ولا سعادة اكبر من القيام بالواجب

خط دیوانی جلی

احترم الضعيف اذ يكون تحت راية العدل والانصاف اكثر من القوى اذ يكون تحت راية الظلم

خط دیوانی

من استبد برأيه ضل ومن استعان بذوى الالباب بصر سبيل الارشاد

خط کوفی

فضل العاقل على الجاهل

كفضل النجم على السها

فضل العاقل علی الجاہل کفضل النجم علی السہا (راقم خلیق ٹونکی)

# مطبوعات مکتبہ صوت القرآن دیوبند

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | قراءات عشرہ کا حامل قرآن مجید | ۱۳۰/۰۰ |
| ۲ | اتحاف البرویہ بالمتون العشرو | ۴۰/۰۰ |
| ۳ | النفحۃ العنبریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ | ۶۰/۰۰ |
| ۴ | ایضاح العشر فی طیبۃ النشر | ۴۵/- |
| ۵ | النفحات القاسمیہ شرح قصیدۂ شاطبیہ لامیہ | ۴۵/- |
| ۶ | التبشیر شرح التیسیر | ۴۵/۰۰ |
| ۷ | التحفۃ الجمیلہ شرح عقیلہ (رائیہ) | ۲۰/۰۰ |
| ۸ | تیسیر القراءات فی السبع المتواترات<br>(مع اجراء جمع عطفی نصف پارہ) | ۴۵/ |
| ۹ | علم قراءت اور قراء سبعہ | ۲۵/۰۰ |
| ۱۰ | قواعد التجوید | |
| ۱۱ | تسہیل البیان فی رسم خط القرآن | ۳۰/۰۰ |
| ۱۲ | قرآنی املاء اور رسم الخط | ۲۵/- |
| ۱۳ | متن الشاطبیۃ | ۲۰/- |
| ۱۴ | نفحۃ الریحان فی بیان قولہ تعالیٰ آلٰئن | ۲۰/- |
| ۱۵ | اجازۃ القرآن العظیم | ۲۵/- |
| ۱۶ | الفوائد البہیہ شرح الدرۃ المضیئۃ | ۲۰/- |
| ۱۷ | رسم المصحف اور اس کے مصادر | ۱۵/- |
| ۱۸ | التصمیم الجدید فی علم التجوید | ۱۶/- |
| ۱۹ | روح القراءت | ۱۵/۰۰ |
| ۲۰ | جواہر القراءات | ۱۵/- |
| ۲۱ | الفوائد الدریہ ترجمہ مقدمہ جزریہ | ۱۰/۰۰ |
| ۲۲ | خلاصۃ الترتیل | ۱۰/۰۰ |
| ۲۳ | اظہار النعم ترجمہ اختصار القول<br>فی الوقف علیٰ کلا وبلیٰ ونعم | ۱۵/۰۰ |
| ۲۴ | دار العلوم دیوبند اور خدمات تجوید قراءت | ۱۵/۰۰ |
| ۲۵ | قراءاتِ شاذہ | ۲۵/- |
| ۲۶ | نعم الورود فی احکام المدود | ۲۵/- |
| ۲۷ | کاتبین وحی، ۵۶ صحابہ کرامؓ<br>کے مقدس حالات | ۵۰/- |
| ۲۸ | دربار رسالت کے مستند قراء | ۱۵/- |
| ۲۹ | کلماتِ اذان میں مد کی تحقیق | ۱۰/- |
| ۳۰ | اذان واقامت کے فضائل ومسائل مع<br>ضمیمہ کلماتِ اذان میں مد کی تحقیق | ۱۵/- |
| ۳۱ | مختصر تاریخ نبویؐ | ۸/۰۰ |
| ۳۲ | ارکانِ اسلام (موضوع سے<br>متعلق ایک نادر کتاب | ۲۵/- |
| ۳۳ | جمعہ اور عیدین کے فضائل<br>ومسائل، مع خطبات | ۱۵/- |
| ۳۴ | حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات | /۰۰ |
| ۳۵ | ابو عبید القاسم ابن سلام (سوانح) | ۲۵/- |
| ۳۶ | قاعدہ بغدادی سے بخاری شریف تک<br>(خود نوشت سوانح قاضی اطہر مبارک پوری) | ۱۵/- |
| ۳۷ | تحصیل الاجر فی القراءات العشر (عربی) | (زیر طبع) |
| ۳۸ | علم قراءت کی مرکزی شخصیات | (زیر ترتیب) |
| ۳۹ | مشکلات القراءات | (〃) |
| ۴۰ | کشکول حسن | (〃) |
| ۴۱ | دلچسپ اور حیرت انگیز | (زیر طبع) |